



ترتیب

۱	مقدمه
۲۹	حیاتِ داغ - بیک نظر
۳۰	تلامذہ داغ
۳۱	انتخابِ گلزارِ داغ
۱۵۵	انتخابِ آفتابِ داغ
۲۰۱	انتخابِ مہتابِ داغ
۲۴۷	انتخابِ یادگارِ داغ
۳۶۳	مانند

مقدمہ

یہ انیسویں صدی کا دینیاتی زمانہ ہے۔ سرزمینِ وطن پر صدیوں سے چمکتی ہوئی باطل سلطنتِ مشیہ ابٹ رہی ہے۔ خلافتِ مسعودیہ و باہر کا جادہ و جلالِ حق بھرا ہوا ہے۔ اقتدار و عروجِ انگریزی کا سورج غروب ہو رہا ہے۔ لیکن بدقسمتِ مری چند لوہی چراغوں سے هنوز جگمگا رہی ہے۔ ان کی شعاعیں اہلِ اردو کے ویرانہ دل میں عرفانِ نو آگئی کے اجالے پھیلا رہی ہیں۔

ان چند چراغوں میں خاقانی ہند شیخِ ہر ایم ذوق ہیں جو زبان کی صفاتی سخنرانی میں سرگرمی دکھاتی دیتے ہیں۔ نجم الدولہ و سیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غائب ہیں کہ بدلتی طرازی و مضمونِ آفرینی سے دنیا سے شاعری کو بلند و بالا کر رہے ہیں۔ حکیم مومن خاں مومن ہیں جو معاملاتِ حسن و عشق کو نہایت توثر و پر و کار انداز میں پیش کر کے تغزل کی شان بڑھا رہے ہیں۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفہ تیل کی انقلابی و صوفیانہ کلام سے دامنِ شعروشن کو بالا مال بھی کر رہے ہیں اور اپنے نقد و نظر کے زاویوں سے سنسکرت خیال کی سیتیں بھی طے کر رہے ہیں اور پھر آخری طرازی درویش جند مرزا ابوالنظر بہادر شاہ نقصر ہیں کہ مشکل بحروں اور سخت درویش و قافیہ میں بھی سلاستِ بیان و فصاحتِ زبان کے جوہر دکھا رہے ہیں اور محروقیِ دل کی بھی داستانِ سار رہے ہیں۔ غرض اسکاںِ ادب کے یہ وہ آفتاب و مہتاب ہیں کہ جن کی ضیا پاشیوں نے جسمِ سخن کو اجال دیا ہے اور یہی سبب ہے کہ یہ زمانہ جو باوجودیکہ سیاسی شکست و ریخت کا ہے قومی زوال و ادوار کا ہے اور معاشی اہتری و انحطاط کا ہے۔ اپنی لڑائی سے اسکاںِ مروج کا مہر بھی ہے سرفرازی و سر بلندی کا دور بھی ہے اور عظمت و شکوہ کا عرصہ بھی ہے۔

ان ہی آفتاب و مہتاب کے جلو میں ایک خاصا ستارہ بھی ابھرا دکھاتی دے رہا ہے جس کی پہلی کرن ہی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ انہی تداود و تکرار و تشبیہات کے درمیان سوار سال کے ایک فوجوان شاعر کی ایسی انوکھی آواز بھی گونج اٹھتی ہے کہ سننے والوں کے کان کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سبھی اس کے لیے کی تپش اس کے تیر کے پیچھے ہیں اور اس کے کلام کی بے ساختگی کو دیکھ کر چونک اٹھتے ہیں۔ اس نوادار و بدیم سنسکرتوں کے اشار میں کچھ ایسے غضب کی لڑی ہے کہ دلوں کے بزمِ قوت

گھٹنے لگتے ہیں۔ آیتے انیسویں صدی کے پُرکھن ماحول میں دلوں کو گھٹلا دینے والے ایسے اشعار پر ایک
علا ترازہ نظر ڈال لیں۔

جہاں گیر آباد کے نواب مصطفیٰ خاں شیعہ کے یہاں بزم شاعر و منتقد ہو رہی ہے یہ وہ شیعہ
ہیں جو سن سچ ہی نہیں، اعلیٰ درجے کے سن فہم میں ہیں۔ غائب جیسے شاعر نام اور اپنے اشعار کی چھائی اور
برائی کی کسوٹی نواب موسوی کی پسندیدگی کو ہی قرار دیتے ہیں۔

غائب بہ فن گفتگو ناز و بدیں اور دشمنی کہ او
توشت در دیواں غزل تا مصطفیٰ خاں خوش نہ کروٹے

اس بزم شاعر و سن میں اہل کمال دار و باب فن کا مجمع ہے۔ باری آئے پر یہ شاعر نوغیر انجی پہلی
غزل پیش کرتا ہے۔ مطلق ہی مومن و غائب و شیعہ جیسے بر گن بدہ غزلوں کو چونکا دیتا ہے۔

شعر و برق نہیں شعلہ و سیلاب نہیں
کس نے پھر یہ ٹھہرا دل ہے تاب نہیں

وئی کے عقد زینت ہادی میں ایسی ہی ایک مجلس شاعر و سن ہوتی ہے۔ مولوی امام بخش مہربانی
جیسے مقتدر عالم میں وہاں موجود ہیں جو فن کی زبان کے ماہر اور فن شاعر کے استاد شہور ہیں۔ یہ نوجوان
وہاں ہی اپنی طرز غزل سنا رہے ہیں۔ جب درج ذیل شعر پیش کرتا ہے تو مہربانی آخری صدا آفسر
کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کم سن سن سچ کو لگے سے دھکیلتے ہیں۔

نگ گئی چپ تجھے اے داغ حسدیں کیوں ایسی
بھوک کو کچھ سال تو کم جنت بنا تو اپنا

قلہ مشق میں ہی ایک شاہی شاعر کے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ عام لوگوں کو یہاں آئے کی اجازت
نہیں ہے۔ خاص خاص شعرا خصوصی دعوت پر شریک منتقل ہیں۔ صریح طرح یہ دیا گیا ہے
کوئی دشمن نہیں ہے اپنا دشمن آپ ہم نکلے

بہادر شاہ ظفر مسند صدارت پر بیٹھ افروز ہیں۔ یہ آخری تاجدار سلطنت ہند ہیں۔ شہنشاہ تعلیم

سلطہ یہ نگر غائب۔ صالی اس ۱۱۱۱ء حوۃ داغ جسس اور ہوی اس ۱۱۱۱ء نیز آفتاب داغ سرچر تلکین کا نکل مرقا
تے امرتھب ہے کہ گزرا داغ میں ایک نوبہ صلی صلی میں دلہ ہے تاب کی پادشہیں کی پادشہ کی ہی موسوی نہیں
چو کہ داغ لب اور دام باجو سکینا اس ۱۱۱۱ء حوۃ داغ جسس اور

خونگی بھی ہیں ہنسی پر گوشہ میں اور غزل کی روایت کے طبردار بھی تھے! جب اساتذہ وقت اپنا کلام سنایاتے ہیں تو اس نوجوان کو بھی ہارشلہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ ہونہار شاعر نہایت ہی لطافت سے طبری غزل پڑھتا ہے اور جب یہ شعر سامعین کے گوش گزار کرتا ہے۔

ہوتے مغرور وہ جب آہ میری ہے اثر دیکھی

کسی کا اس طرح یارب نہ دیا میں جسم نہ لگے

تو تمام اہل بار بار جھوم جھومتے ہیں حتیٰ گوشہ نظر بھی یہ کہ بغیر نہیں رہتے کہ کیا اچھی طبیعت پائی ہے۔ اور پھر اس نوخیز کی حوصلہ افزائی کی خاطر سے اپنے پاس بلاتے ہیں اور اس کی پشیمانی چوم لیتے ہیں۔

مرزا غالب ضعیف ہو چکے ہیں، گوشہ نشین امید کر لی ہے، گھر ہی میں بیٹھے شطرنج کھیل رہے ہیں، حاضرینِ محفل میں سے کوئی مذکورہ نوجوان کا یہ شعر پڑھنے لگتا ہے۔

○ گنج روکش کے آگے شمع رکو کر وہ یہ کہتے ہیں

نور صحرانا ہے دیکھیں یا اور صحر پر واز آتا ہے

کھیل کے شائق و رسیا غالب شطرنج کی بازی چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بار بار شعر پڑھتے ہیں اور جذبہ کرتے ہیں۔

فضائے دہلی میں ابھرنے والی یہ شعلہ بار آواز ابراہیم نامی ایک شاعر کی تھی جو دنیائے شعر و ادب میں قبل چند کستان فصیح الملک نواب مرزا خاں واقع کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔

قسمت کی ختم نظر تھی دیکھئے کہ انیسویں صدی کے وسط میں جس ابھرتے ہوئے ہونہار شاعر کی حوصلہ افزائی غالب دہلی میں مشیقت و مہجانی آورد آوردہ و نظر جیسے سخن سنج سخن فہم نے کی ہو اور جس کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم رہا ہو کہ اس کا پہلا دیوان ”گلزارِ واقع“ مسلسل طبع ہوتا رہا اور چند ہی برسوں

میں عملی حصہ اسکا ”مبہمات“ ۱۸۷۰ء غزل اور مثنوی غزل ڈاکٹر حیات بریلوی ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء سے

داغ دہلوی بزمِ شب میانی، لفظِ کش کاہور و شعلہات نعر ۱۸۷۰ء سے مہر و آغ، حسن دہلوی ۱۸۷۰ء ۱۸۷۱ء

شعہ پد گلاب عالی ۱۸۷۱ء داغ کے معاصر اور دوست محمد علی شہرہ آفاقہ داغ ۱۸۷۱ء ۱۸۷۲ء

میں الہ کا یہ کلام درج کرتے ہیں۔

کے دوران اس کے ہمیں ایڈیشن شائع ہوئے، اسے بیسویں صدی میں اس الزام قرار دیا گیا، اسے
 طنز و تشبیہ کا نشانہ بنایا گیا۔ اسے شاعر و ادیبوں گروانا گیا۔ اسے شہ پرست و تمغیش پسند غزل گو
 کہہ کر پکارا گیا۔ اسے اربابِ نشا و کلا شاعر کہا گیا۔ اس کے اشعار کو بیچ اور محرابِ اخلاق تصور کیا گیا۔
 اس امر پر خوشی کے سلسلے کا ایک پھولا قلم طعنے لگنا شروع ہوئی کی زبان قلم سے:

”میرے والد و آخ کے متعلق بڑا بڑا خیال رکھتے تھے۔ پرانی وضع کے صاف گرجا خان
 تھے اس نے جب کبھی داغ و امیر کا ذکر آتا تو وہ نہایت آزار دہی سے گرم بیروں کہہ
 دیا کرتے تھے کہ داغ و امیر کا شاعر ہے شعرو شاعری سے کیا تعلق میں اللہ سے دینی
 زبان میں یہ ضرور کہہ دینا کہ صنفاۃً محض کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی گھوڑا داغ و امیر بھی دیکھ لیا
 کیجئے مگر اسے کوئی شعر آپ کو پسند آجائے فرماتے ہیں عامی وہاں کا کلام نہیں
 دیکھتا۔“

ایک صبح وہ حسب معمول چوکی پر بیٹھے ہوئے کچھ نکل رہے تھے اور میں سامنے
 ہی چادر پانی پڑھتا اور داغ و امیر کے شہر آشوب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اچانک ان کی نگاہ
 اٹھی اور میرے اقدام کی طرف مائل ہوئی دیکھ کر کہنے لگی کہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے کہا
 ”گھوڑا داغ و امیر“ چیشانی پر مٹی کی ٹانگ ڈال کر خاموش ہو گئے۔ لیکن فوراً اس کے بعد فرمایا
 کہ کون سی غزل پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا ”اس وقت میں اس کا شہر آشوب پڑھ
 رہا ہوں“ غزویا سنا تو میں نے پڑھنا شروع کیا۔

فلک جناب و ملا ملک جناب تھی دلی بہشت و خلعت سے بھی انتخاب تھی دلی

میں تین بند پڑھ کر سانس لینے کے لئے رکا ہی تھا کہ وہ بے اختیار بول اٹھے —
 ”حرام زادہ! اپنی اکر تھے۔ پوری نظم سناؤ۔“

اب لگے افسوس فراقی گور کہیں ہی کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمایا ہے۔

اسے آدابِ داغ و امیر سے تکیں ناظمی میں۔ فلک و امیر کہ کیا داغ و امیر کے والد مرحوم سوہی، اہم شخص صیبتی
 کھٹ لکھتے تھے۔ فاکس میں اس طرحی کہتے تھے۔ اردو شاعری میں امیر پرانی کے ساتھ ساتھ داغ و امیر کا نام کیا داغ و امیر پر کیا
 نگار کھٹ داغ و امیر ۱۹۹۵ء میں ۲۰۲۔

”میرزا کو پہنچ ہی رہا ہو گا۔ لیکن نہ جانے کیوں اُس وقت بھی داغ کا کلام پڑھ کر بلکہ داغ کا نام سن کر مجھے غصہ آجاتا تھا اور شاعر کے متعلق غصہ تو زمین اور نفرت کے جذبات میرے اندر ہال کھانے لگتے تھے۔ اردو کے کسی بھی اور شاعر کے کلام کا یہ رد عمل مجھ پر نہیں ہوتا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو خوبیاں داغ کے کلام میں ہیں وہ دوسروں کو نظر آتی ہیں اور مجھے نظر نہ آتی۔ ان خوبیوں کا احساس مجھے اس وقت بھی تھا اور رفتہ رفتہ میرا بڑھتا گیا۔ لیکن غصہ اور نفرت کا جذبہ اس بڑھتے ہوئے احساس سے کم نہ ہوا نہ کمزور پڑا۔

پنستالیس برس سے برابر میرا یہی حال رہا ہے۔ کلام داغ کے محاسن مجھ سے خراجِ تمغیں بھی حاصل کرتے رہے اور مجھے غصہ بھی دلاتے رہے جتنا کہ کاغذ میری حالت کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا، بلکہ ہماری طرف کا ایک رائج لفظ زیادہ صحیح مصوری میری حالت کی کرتا ہے۔ یعنی میں کلام داغ پڑھ کر کپکپکا اٹھتا تھا کہ

داغ صرف اس لحاظ سے ہی بد نصیب نہ تھے کہ جلتے دانستوراں میں انہیں اردو کا ایک نوا مزاحہ شاعر کیا اور جلتے دانستوراں میں پکپکا پکپکا کر ان کا کلام پڑھا گیا، بلکہ اس اعتبار سے بھی وہ بڑے بد بخت تھے کہ ان کی غمی زندگی کو فتنہ طاعت بنایا گیا۔ ان کے بعد کی گڑی ٹہیل لگا دی گئیں۔ ان کے نسب نامے کی تباہت و رکاوٹ کو طشتِ ابراہیم کیا گیا۔ ان کے ذاتی کردار پر حرفِ بگڑی کی گئی۔ ان کے داندھے دروں کو نقد و نظر کے پردہ سیسے پر آشکارا کیا گیا۔ اس سلسلے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

”چھوٹی بیگم کا نکاح نواب شمس الدین خاں سے نہ ہوا تھا، ایسی صورت میں داغ ان کی جائز اولاد نہ تھے۔“

”شمس الدین خاں کے فریست اولاد نہ تھی صرف لڑکیاں تھیں۔“

”داغ کا شمس الدین خاں کے لطف سے ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ داغ کی نظر میں ان کے قانونی اولاد ہونے کی حیثیت مشتبہ ہو جس کی تائید

ملکہ دادا سے لڑائی نو کچھو کچھو کا اس ۳۶۹-۳۷۰ء کی والدہ مرثیہ داغ کے والد چرخِ نور محمد بھر کے دی گئے تھے۔
 نئے کورہ غائب، ایک دم اردو ادب سجدہ، نمبر ۱، ۱۹۹۰ء۔ غائب مرثیہ، غلام رسول میسر، ۱۹۵۳ء۔

اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خواب کی ریاست کی ضلعی کے خلاف ان کی بیجا ہتایم
تہ تیغوں کی طرف سے چارہ جوتی کی لیکن داغ کی والدہ کی طرف سے اس قسم کی کوئی
سسی نظر نہیں آتی تھی۔

”بچہ، ماں بھی کو میعاد ہی عورت تصور کرتا ہے اور اس کی مثال خیال دل
میں لے کر پھر رہا ہے۔ اس معاملے میں داغ خوش نصیب نہ تھا۔
”اس نے اپنے قریبی ماحول میں جو عورتیں دیکھیں وہ مفید تھیں جس عورت
سے عشق کیا وہ بھی عفت سے متراش تھی۔

جب کسی شخص کی ذاتی زندگی پر حرف گیری کا یہ عالم ہو جب اس کی کردار کشی کا یہ وسیع و پھیلنا
جب اسے نقطہ حرامی قرار دینے کا یہ طریقہ رائج ہو اور جب اس کی ماں کا تقدس پاہل کرنے کی یہ کوشش
نہیں ملے جو تو ایسی صورت میں داغ تو کیا تقدس سے ثقہ اور پارسا سے پارسا انسان کی بیوقوفی کی زیر و زبر
ہو جاتے۔

داغ کے فن و شخصیت سے متعلق پیش کردہ خیالات پڑھنے کے بعد آپ کو یہی حکم لگا پڑا ہے کہ
وہ واقعتاً کم ذات قسم کے ایک آدمی ہیں جسما شق مزاج ہیں، تعیش پسند ہیں، بواہر ہوس کے شائق ہیں اور
ان کا کلام باوجود خوبوں کے خفتہ و لغت پیدا کرنے کا محرک ہے، لیکن ٹھہرتے! اتہام لگانے سے
پہلے اصل و انصاف کی ترازو بھی دیکھ لیجئے۔ کیا اس کے ایک پارلے میں داغ ہی کے گناہ بے شمار پڑے
ہیں جن کی بنا پر انہیں قابل گردی زدنی ٹھہرایا جاتے، کیا دوسرے میں بقیہ سارے شعرا کی پارسائیوں
اور نیک مایوں کے گنج ہستے گراں مایہ ہیں کہ ہم انہیں عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے رہیں، اس کا
جواب تو تاریخ ادبیہ اردو ہی دے سکتی ہے، تو کیوں نہیں اس کے اوراق الٹ کر انصاف طلب
کر لیا جاتے۔

والہی گو گو کہ ناممکن قلم قطب شاد احمد و زبان کا پیرا صاحب دیوان شاعر ہے۔ ”جوں دکنی سے
تقریباً سو سال پہلے گزرا تھا، اس کا اردو دیوان پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے، اس کی بدیہ گوئی کا یہ
عالم تھا کہ غبی مجتہد ہیں وہ شاعری ہی میں بات کرتا تھا، ادبی حیثیت سے اس کا مقام و مرتبہ

نہ کچھ داغ کے حقوق امتیاز علی خاں کوشی، انگار، کشتہ کربل، ۱۹۵۷ء میں ۲۲۵۰۰ روپے کا مہر پر ہفتہ روزہ عالم گاہ
مہتاب، آئینہ شریعت، ترقی ادب، مہر و دولت، انجمن، دولت، قندیل، ادب اردو، مولانا آزاد لٹریچر جہاں اس کا شہرہ ایضاً

بائیں ہر مختلف انداز مضامین پر لکھی ہوئی۔ کتابوں کے مصنف ہیں۔ غرض اختر کی ادبی خدمات کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کی شخصیت کا رنگ کیا تھا:

”قیصر باغ بنایا گیا اور اس کو صدر حسین و جمیل و خوش گوار و خوش فہم مشنوں سے آلودہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔ ہر سال قیصر باغ میں ایک میلہ مقرر کیا جاتا، عالم میں دن گم ہوتے اور پردیاں ان کو اٹھوٹے نہ لگتی تھیں تو اچے اچے فنکار پر سیرگاروں کو لے کر عوامس باغ تہہ پر دیا جاتے تھے۔۔۔۔۔ قیصر باغ میں اندر کا دکھاڑا جاتا تھا، پردیاں آسمان سے اترتی تھیں اور ان کا بچہ ہوتا تھا خود وہاں عالم راہب اندرون کر بیٹھے تھے۔“

غالب اردو کے نہایت عظیم شاعر تھے۔ ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ہمدی بھٹان کہیں نہیں ٹکتی۔ لیکن ان کی زندگی بھی عشق و فخر سے معمور تھی۔ بقول پروفیسر ممتاز حسین خطبہ میں غزلیوں کا اور مختلف مشنوں کے حصے میں اس فاسقانہ اور عاشقانہ زندگی کا اعتراف مروجہ ہے۔ یہ اعتراف غالب کی زبانی بھی سنیں:

”میں آیام جوانی میں بڑا ہی گنہگار تھا اور سینوں کے عشق میں گرفتار رہتا تھا۔“

قیصینوں کا عشق جہاں اردو کے بیشتر ادیب و شاعر کے اعصاب پر صواب و سواں پہنچا کر دیا تھا وہی غالب کا روپ و عمارت و آغ کی دنیا سے دل کو بھی نرم و نہر کر دیتا ہے۔ تو اس پر انگشت خانی و چنگا مارائی کیا بہت ہی ضروری ہے۔ ایک دم صاحب اس ضمن میں غالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آخر وہ بھی انسان ہیں، بشری مجبور ہیں کے وہ بھی شکار ہیں کیا داغ جیسے بشری مجبور ہیں کے حامل انسان پر یہ قول صادق نہیں آتا۔ کیا عشق و محبت کی یہ غیر بہت ہی نیا وہ قابل تشریح ہے۔

داغ صاحب کی محبت نہ بھپاتے سے چچی

ایسی مشہور ہوئی، یہ خبر ایسی تو نہ تھی

نقادان داغ داغ کی زندگی کے اس جہاں پر ستانہ منہر کو زور قلم سے خوب ہی رنگین بنا دیتے

نہ بنی داغ علی شاہ اختر ص ۴۴ کہ گوارا سونہا صاحب کی اس صدمہ بھرتہ تفصیل کہتے دیکھئے غالب کا تصور عشق ”میرہ سلطان“ فروغ اردو کھنڈنا صاحب علیہ السلام کی ازاد و دل زندگی از اعظم ص ۱۵۸ منہر شیعہ نقوش غالب بہرہ ۱۹۵۰ء کیجئے غالب ایک معادلوں پر دلیرانہ زمین، ناشران ترقی اردو لاہور میں ۱۹۵۷ء کیجئے غلط زمین خار کے نام کو کسی خدا کا ترجمہ ہوا، ایضاً ص ۱۶۱۔ اردو کے مشہور کتب خانہ مالک دم نقوش لاہور، شکیب فیضی دہلی ص ۱۵

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دلہا ہے دعا دیا تو نے
بے طلب جو ملا ملا مجھ کو بے غرض جو دیا دیا تو نے

اکیس اشعار پر مشتمل یہ عمدیہ غزل اس حقیقت کی منظر ہے کہ شاہد پرست داغ کے دل میں رب جلیل کی محبت کس درجہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ راج کا یہ واقعہ ۱۸۷۲ء کا ہے اور اس وقت ان کی عمر کل ۱۸ سال تھی جو شباب کا نقطہ عروج ہوتا ہے۔ اسی عمر میں جو ضیعی سے ابھی برسوں دور تھی حب اپنی کا ایسا پہاڑو بطلوں ستھرے ذہن اور صالح اعصاب کا ہی نمونہ ہے جس کو جمال پرستی و شاہ بازی کا ظہری لڑڈی غبار و خند لا نہیں سکتا۔

انسان کے عظیم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے فلاح و نفع، سہبود و بہتری اور سکون و سلامتی کے لئے کچھ نہ کچھ کر آ رہے۔ اس فطرت سے نکلیا جاتے تو داغ کی ساری زندگی اسی کا عظیم پرمیٹ ہے، اور وہ کم ہی مٹا اس تماشے نکلیں گے جو دوسروں کی آسودگی طبع کے لئے اس درجہ مسترد ہے، ہوں جیسا کہ داغ تھے۔ بقول انہی کے:

بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں دیکھتے

پند تائیں ملاحظہ ہوں۔

دوستانِ غدر کے معنف اور اردو کے مشہور شاعر ظہیر دہلوی دلی اہلٹنے کے بعد باحساب تیار رام پور چلے۔ داغ دہاں پہلے سے موجود تھے۔ ان کے ساتھ جو برتاؤ انہوں نے کیا اس کا ذکر خود ظہیر کی زبانی جیتے:

”داغ صاحب کو خبر ہوئی، وہ اسی روک کر کہنے انہوں نے یہ حسن سلوک کیا کہ مجھے
اور میرے چھوٹے بھائی امر اور مرزا کو کہ صاحبزادے محمد رضا خاں صاحب داما دانا و نواب
یوسف علی خاں صاحب بہادر مرحوم کی سرکار میں ان کو رکھوا دیا۔“

سیدنا بابو کے دورِ اہل قیام داغ کی زندگی جیسی فیض رساں تھی اس کا انکھوں دیکھنا حال
نوح نامہ دلی کی زبانی سن لیجئے:

مے غائب کے شاگرد اور شہرِ رشادِ نور دہلوی جی کا یہ شمر زبانِ زود خاص دعا ہے ۔ ۔ ۔ ہم کبھی نہ آپ آتے کہیں ۔ ۔

پسینہ چھپچھپا رہی ہے جس سے کہ داستانِ غدر ظہیر دہلوی ص ۱۵۰۔

”حضرت داغ انگریز مقول تھوڑا پاتے تھے مگر مینے میں کچھ پس انداز نہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوور دیش میں ان کا ہاتھ کسی نہ رکنا تھا بہت سے اہل اور مسکین کو پابندی کے ساتھ سنی آواز کے ذریعے سے مختلف مقاموں پر روپیہ روانہ فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے باپ جی خانہ اور روزمرہ کا خرچہ نہ جانے والوں کی اصلاح و بہانوں کی خاطر وزارت خیریت سیرت میں صرفہ دینا تھا۔۔۔۔۔ کوٹھی کے اندرونی حصے میں دسترخوان بچھا جو لوگ موجود ہوتے سب کھانے میں شریک کئے جاتے۔۔۔۔۔ جو ساق آجاتا اس کو خالی ہاتھ کسی نہ جانے دیتے تھے۔“

مرحوم کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی شفقت بزرگانہ و سرپرست سے اپنے شاگردوں کے ایسے نمائندہ حالات پر سچا سمجھتے تھے جس سے واقفیت کے بعد مختلف قسم کی جہودیہ کا قہر ہو جاتی تھیں۔

تمہارے والد ماجد کے یہاں آنے سے مجھے ایسی خوشی ہوئی جیسے اپنے چھڑے بھوتے فرزند کے ملنے سے ہوتی ہے۔ مگر ایک بات سے سخت حیرت ہے کہ وہ اپنی شہزادوں کی فروخت کرتے ہیں یا گروہی کر کے ہیں یا بیگماریت میں نے جو استھان دیا تو نینٹا سے بھی وہ کم کھاتے ہیں نہیں معلوم میرے گھر کا کھانا انہیں پسند نہیں آتا یا ہو کہ یہی گھٹ گنتی ہے یا تاہم وہ اسے سب آتا ہی کھاتے ہیں۔ اگر کہتا ہوں کہ گھر میں ماش کر

تو وہ نہیں سنتے۔ تم صاف صاف لکھو کہ وہاں ان کو کون کون سا کھانا پسند تھا۔ کون کون سی چیز مرفوض تھی کہ یہاں بھی وہی پکوانی جاتے تھے۔

اس طرح کا واقعہ ہر تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گا کہ مہمان کو راحت و آرام پہنچانے کی غرض سے اُس کی لاشی میں اُس کے گھر خط لکھا جاتے تاکہ اس کی پسند و ناپسند کا علم ہو سکے۔ اس لحاظ سے داغ کا مذکورہ بالا خط ان کی بلند اخلاقی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

داغ نے جو ملک گیر شہرت حاصل کی تھی، اس نے ان کے بے شمار عاصد پڑا کر دیئے تھے۔ لوگ ان کے کلام پر بے حاشیہ نقد کرنے اور انہیں بلند مقام سے گرنے میں لگے رہتے۔ وسط ہند کے ایک شخص نے اپنا نام پرے میں لکھ کر ادھر ادھر میں بہت سے اعتراض شائع کئے مگر انکی مرزا خان مرغی جلیت کا تعاقب ہمیشہ میری رہا کہ خاموش رہیں ضرورت تھی کہ کوئی اس طرح خوش ہو سکے تو ہو لینے دیتے۔

داغ خود تو عاصد نہ تھے، مگر تمام عمر مسودہ ہے۔ ان کی میرت کا یہ خوش آئند پہلو ہے کہ اپنے ہم مصروف کے فضل و کمال کے ہمیشہ مستحق رہے۔ لوگ انہیں حد سے مبالغہ کا نشانہ نہ جانتے تھے، لیکن وہ سب کے سامنے دوسروں کی تقریریں ہی کہتے تھے کہ کسی کی بڑائی سے نہ ان کی زبان آوہ نہ ہوتی، نہ ان کا قلم نہ۔

داغ دشمن سے بھی جھک کر ملے۔ کچھ ہمہ جہت مبالغہ ہے۔

داغ کی شاعری میں دے و میناؤ کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے دشت زد کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں :-

گو ہے عاشق مزاج و شاہد باز داغ لیکن شراب خور نہیں

اگر یہ نظر خاطر دیکھا جاتے تو اس عاشق مزاج و شاہد باز شاعر کی شخصیت نہایت رفیع و اعلیٰ تھی۔ اس میں غلوں تھا و فاقوں، ہمدردی کا جذبہ تھا، انسانیت کی آہ تھی، دوسروں کے کام کی لگن تھی۔ بقول ڈاکٹر شوکت سہنوار سی:

”وہ ہمیشہ کوشش ہی تھے اللہ دروند بھی۔ اپنے دکھ درد کو جنس کر ڈالیئے لیکن دوسروں کو دکھی دیکھ کر ان کا دل بھرا آتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ شاگردوں کے

لئے، انشاء داغ، آسمان دہری اس ۱۳۱۷ھ داغ دہری جوش ملیح آبادی، نقوش، ہوز شخصیات غیر مرصع، ص ۱۰۷، ج ۱، ص ۱۰۷، آسمان دہری۔

فدائی تھے انہوں نے اپنے عزیزوں اور عام اسباب و کھانسنے کو جو خطرہ لگھے ہیں ان میں ہڈی

اور دل سوزی کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کی غور و جست سے غیرت

دریافت کسکتے ہیں بات بات پر دل جونی کسکتے اور دلاسا دیتے ہیں۔

ہر کس و کس کی دل جونی کرنے اور ہر کمر و کمر کو دلاسا دینے کا روتہ ہی داغ کی بندھی کردار کا پتہ دیتی ہے جسے تصویر کے رنگین رخ کی جھلک دکھا کر ذہن بوس نہیں کیا جاسکتا۔

داغ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم ان کے سلسلہ نسب پر پڑے ہوئے جملے کو کس صاف کسکتے چلیں کہ "کلمہ فدا" کا اہم کچھ کم تکلیف دہ نہیں!

تکلیف کا نامی داغ کے دوا و نواب احمد بخش خاں کا تعارف لکھتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"میر جلد اور مردوں کے مافی نامی ایک میوا تھ کو کس گھر ڈال یا جس سے ایک

ڈاکا شمس الدین خاں اور ایک بڑا بیگم خاں اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں پھر انہوں نے نیاز

محمد بیگ خاں منٹ برلاس کی بیٹی سے جس کا نام بیگم جان تھا، دی کی جس سے دو بیٹے

امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

قاعدے کی دوسرے چکر لگے شمس الدین خاں ریاست کے وارث نہیں بن سکے

تھے کیونکہ دوسری کے نظن سے تھے اس سے احمد بخش خاں نے انہیں فیروز پور بھج کر دینا

نے کہے بیگم جان کے بیٹے کو روکا دیا۔

درج بالا سطور سے بظاہر قریبی بات عیاں ہوتی ہے کہ داغ کے والدین نواب شمس الدین خاں

نواب احمد بخش کی تافانی اولاد تھے اور انہوں نے اس خوف سے کہ ان کے بعد وراثت کا جھگڑا نہ کھڑا ہو

اپنی زندگی ہی میں ریاست کا باقاعدہ ہٹا کر دیا۔ لیکن ڈاکٹر سید حامد حسین "کلیات شتر خاں" کے حوالے سے

کہا اور سی حقیقت کا انہما کر رہے ہیں:

"شمس الدین خاں کی والدہ ممدنی عرف بہ نغم میوا تھ تھیں جب کہ احمد بخش کے

دوسرے دو بیٹے بن لکھ احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں تیسرے بیگم جان کے نظن سے تھے

جو کہ ان کی ہم قوم تھیں۔ اس وجہ سے اہل خاندان شمس الدین احمد خاں کو تسلط پاتا تھا۔

سنہ داغ کی شخصیت ڈاکٹر شمس الدین خاں کو لکھنا داغ نے ۱۹۴۱ء میں تعارف آفتاب داغ امرتہ تکلیف کا نام

ص ۱۰۰-۹۰

خیال نہیں کرتے تھے اور یہی جذبہ اس تنازعے کی بنیاد بنا جس میں خاندان کے باقی افراد نے
شمس الدین احمد خاں کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنایا ہے۔

درج بالا طور کا مطالعہ کرنے کے بعد شعلی طور پر یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ چونکہ بچانوں میں اپنی
نسل کا بہت ہی زیادہ پاس و لحاظ ہوتا ہے اور وہ اپنی برادری کے ماسواہیں اور کشتہ آزدواج تقیم کو
پسند نہیں کرتے، اسی لئے جب نواب احمد بخش نے خاندانی روایات کو توڑ کر ایک سواقت سے شادی
بچالی تو اہل خاندان نے نہ صرف اس پنج ذات کی خاتون بلکہ اس کے سپہوئی کے بچے نواب شمس الدین
خاں کو عقادت کی نظر سے دیکھا ہوگا اور ان کے دونوں میں نفرت کا لدا اس لئے بھی پک رہا ہوگا کہ
شمس الدین علی علیہ السلام تھے اور خاتون انہیں ہی وارث ہونا تھا، نفرت کی اس آگ کو ہر آمینے میں
نواب احمد بخش کی ہم قوم بیوی بیگم جان نے لانا اہم کردار ادا کیا ہوگا تاکہ اس کے بچوں کا تحفظ قائم رہے۔
غیرتہ نواب کی زندگی ہی میں بقول شیخ محمد اکرم کشکش کے آثار پیدا ہوئے تھے چونکہ نواب خاتون اپنے
بڑے لڑکے شمس الدین کی حق تعالیٰ میں چاہتے تھے ہر گرجہ اتنی نسل کی صورت کے بچوں سے تھے، لیکن تھے
ان ہی کے جائز فرزند نہ ہی وہ اپنی ہم قوم خاتون کے دونوں بچوں کو نظر انداز کرنے کے
روادار تھے لہذا ان کی دورانہ مشی کا خاندانی تباہی تباہی جان لدا کو تقیم کر دی تاکہ نسل پرستی کا خاندانی
غور شمس الدین کے مستقبل کو تباہ و برباد نہ کرے۔ چنانچہ بقول ڈاکٹر سید حامد حسین "نواب نے شمس الدین
خاں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی وفات سے ایک سال قبل اپنی جان لدا کو اپنے بیٹوں میں
اس طرح تقسیم کر دیا کہ فیروز پور کی جاگیر شمس الدین خاں کے پاس رہی اور امین الدین خاں اور ضیاء الدین
احمد خاں کو برباد و علاقہ

نواب شمس الدین خاں کی "بنیاد" کا ثبوت غالب کے اس نسب نامے سے بھی ملتا ہے جسے
خواجہ امان مترجم یوگسلاویہ خاں کے بیٹے راقم دہلوی نے جو غالب ہی کے خاندان سے تھے اور ان کے
شاگرد بھی تیار کیا تھا۔ اسے بابائے اردو مولوی عبدالحق نے رسالہ "اردو" میں شائع کیا ہے۔ مذکور
نسب نامے میں راقم یہ رقم کرتے ہیں:

شاہ غالب کے دو بیٹے دو جوان اور میر علی بخش خاں رنجورہ ڈاکٹر سید حامد حسین "سہ ماہی اردو" کراچی، غالب مترجم سید حامد "شمارہ ۳۱" ص ۱۱
ہموالہ کیات غفرہ ص ۳۱۔ شاہ جہت غالب شیخ محمد اکرم دہلی ایڈیشن ص ۱۰۷۔ ڈاکٹر سید حامد حسین ایڈیشن تفصیل کے لئے
ملاحظہ ہو "تراجم غالب کا نسب" نامہ، فرشتہ رقم دہلوی، غالب نامہ، اردو، نئی ترقی اردو کراچی، ص ۱۰۲۔

کی ایک خاتون دیرینہ علم و عرف چھوٹی بیگم کو شرک و کفر پر مبنی حیات بنایا تھا جو محمد یوسف کشمیری سادہ کار کی بیٹی تھیں اور صدر حسین گوہل؛ نواب شمس الدین کے اس دشتِ ازدواج کو گھٹاؤنے کے نصرت سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ بعض محققین نے اس مشروطے کی بنیاد و سبب ذیل قیاس آرائیوں پر روک لی ہے:

”داع کی نظر میں ان کے قانونی اولاد ہونے کی حیثیت مشتبیہ ہو جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نواب کی ریاست کی قبضگی کے خلاف ان کی بیابانہ بیگم نے بیٹیوں کی طرف سے چارہ جوتی کی، لیکن داع کی والدہ کی طرف سے اس قسم کی سعی نظر نہیں آتی تھی۔“

”خانہ دانی شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ دونوں بچا (امین الدین و ضیاء الدین) اپنے قیم ساٹھے چار سال بھتیجے (داع) کی سرپرستی کرتے، مگر ان کی پہلو تہی سے اس شبہ کو تقویت بخشتی ہے کہ وہ نواب مرزا خاں داع کو اپنانے پر حیار نہ تھے۔“

”داع کے علاوہ چھوٹی بیگم کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی چوگرہ یہ سب الگ الگ باپوں سے تھے۔ اس سے متنب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کی تاریخِ ہائے ولادت کا ذکر کیا جاتے تاکہ اس سے چھوٹی بیگم کے مختلف ازدواجی تعلقات پر روشنی پڑ سکے۔“

”د۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو شمس الدین خاں کو چھانسی دی گئی۔۔۔۔۔ چھوٹی بیگم نواب مرزا کو اپنی بہن حمیدہ خانم کے پاس چھوڑ کر کہیں چھپ گئیں۔۔۔۔۔ مگر قصیدے نے انہیں ہلاک نہ کی ایک انگریز کے گھر پہنچا دیا۔۔۔۔۔ وہیں انہوں نے ایک لڑکے امیر مرزا اور ایک لڑکی بادشاہ بیگم کو جنم دیا۔۔۔۔۔ ۱۸۴۳ء میں۔۔۔۔۔ آغا تراب علی کے گھر رہ کر انہوں نے آغا مرزا شافع کو جنم دیا اور پھر ۱۸۴۳ء میں قلعہ معلیٰ میں مرزا حفصہ و دوسیدہ دہلی کے پاس جا رہیں۔۔۔۔۔ جن کے بطن سے مرزا خورشید عالم قوالدہ ہوتے۔“

۱۔ یہ تعارف آفتابِ داع مرتبہ علی گانہ میں ۱۸۴۱ء کے کچھ داع کے متعلق ”استیاد علی خاں مرشدی“ نگار و محقق پرچہ ۱۸۴۳ء میں ۳۴۳ء داع، نمادِ پنج لکھوت سے صدر رام پرشکب کاتب علی خاں خاتون رام پوری نگار و محقق داع خیر ۱۸۴۳ء میں ۱۸۴۱ء کے کچھ داع کے متعلق ”ایضاً“ میں ۳۵۳ء تصدیق آفتابِ داع مرتبہ علی گانہ میں ۱۸۴۱ء میں۔“

پیش کردہ واقعات کی بنیاد پر غلام رسول مہر، مالک دسم، امتیاز علی مرثی، تمکین کاظمی اور کاتب علی خاں
 خاتون دسم پوری نے یہی معروضہ قائم کر لیا کہ چھوٹی بیگم طوائف قسم کی عورت رہی ہوگی جس نے تول تول نواب
 شمس الدین خاں سے ناجائز تعلقات قائم کئے اور داغ پیدا ہوتے۔ پھر یہ حسین و جمیل خاتون مشتاق افراد کی
 نوبت آفوش بنی۔ لیکن حقیقت کی دیوگ نگاہ کو کبھی قویاں پتہ چلتا ہے کہ یہ سب محض قیاس و آرائیں
 ہیں، نواب شمس الدین سے ازدواجی تعلقات کے ناجائز ہونے کا ثبوت ان معقول نے قطعاً فراہم نہیں
 کیا ہے۔ خوف ان دو واقعات کو مٹا دینے کی بنیاد تو نہیں بنایا جاسکتا کہ (۱) داغ کی والدہ نے ریاست
 کی شعبی کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہیں کی اور (۲) داغ کے دونوں چچا نے یتیم بیٹے کو اپنی سرپرستی میں نہیں
 لیا۔ ذرا ہم تصویری دیر کے لئے نواب احمد بخش خاں کے واقعہ کی طرف رجوع کریں تو ہمیں ان دونوں باتوں
 کا جواب مل جاتے گا۔

اصلی نسل کا یہ چچا خاندان قیود بھی تھا اور روایت پرست بھی! اسی لئے میرا حق سے شادی کرنے
 پر ریشوں تخینوں کشکشوں اور نفرتوں کی ایسی انصاف قائم ہوتی جس کے نتیجے میں ریاست منتقم ہوتی اور نواب
 شمس الدین چاشنی پا گئے۔ جب اس گھرنے کی انصاف وقت ایسی مسموم رہی جو جب کہ نواب احمد بخش
 پرنس نفس موجود ہوں تو نواب شمس الدین کے قتل کئے جانے کے بعد وزیر بیگم اور کس داغ جیسے یکس افراد
 کا اس فیور خاندان میں کون مسدود رکھ سکے گا؟ اس کی حالت رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں وزیر بیگم نے جو خامی پر مبنی تھی
 خاتون جمیل شہید سے نہیں قائم کی ہوگی کہ اس بنفص و عناد کے ماحول سے دور رہی رہا جاتے۔ اور اگر بیگز خاں
 وہ ریاست کی جہی کے لئے چارہ جوئی بھی کرتے تو نفرت و حسد کی اس بڑھکتی ہوئی آگ میں انہیں جلتے نہ
 کہاں ملتی۔ لہذا غلط ہے ہوتے ماحول کو دیکھ کر انہوں نے مافیت اسی میں بھی کہ اس خاندان سے ہی عروج
 اختیار کر لی جاتے۔ یہی بات چچا خاندان شمس الدین اور امین الدین کی سرپرستی کی تو یہ حقیقت دکھانے ہے کہ جب
 یہ دونوں اپنے بھائی نواب شمس الدین کے ہونے کے لئے تو ان کے یتیم دیکھ کر اسے مرزا نواب داغ کے کوکر
 اپنے ہوتے جس کی ماں ان کی نسل سے نہ تھی ان کی ہم قوم نہ تھی ان کی ہم مرتبہ نہ تھی بد مذہبیت و نسب

نے اس خاتون کی ولایت کا اندازہ اس کے ان تاریخی خطوط سے لگا جاسکتا ہے جس کا حوالہ مرثی صاحب نے اپنے مضمون "یکہ داغ
 کی متعلق" میں دیا ہے۔ علامہ ہرنکھڑا اپنی مشہور اسی خاتون کی لڑکی بادشاہ بیگم قلی شاہ کو بھی نفس خط لکھتی اور وہ اور
 دیگر جی میں بہارت کا درگاہی نفس انہیں کے لئے دیکھتے تھوڑے مامور و حاشیہ میں از بود قائم منتقم۔

پر اس قسم کی تنقید کہتے ہوئے اس خاندان کی اقدار و روایات کو کیوں فروغ دیا جاتا ہے

اب بھی یہ بات کہ نواب شمس الدین کے بعد وزیر عظم منصف آغوشوں کی تربیت کیوں نہتی رہیں یہاں یہ وصامت مفروضی ہے کہ کشمیری نسل ہونے کی حیثیت سے وہ غیر معمولی حسن و جمال کا مرقع تھے۔ اسی صفتِ دل فریب نے نواب شمس الدین کو انہیں شریکِ حیات بنانے پر آمادہ کیا تھا۔ ان کے اسی حسن و جمال پر بڑھ کر بھی خرافہ تھا جو اس کے بیٹے میں اس کا قتل اور نواب کو پھانسی ہوتی تھی تو کیا ان کی بیوی کے بعد ان کے حسن و زیبائی سے متعلق ہونے کے لئے آغا تراب علی مرزا آغوش اور ہلاک نے پیش قدمی نہیں کی ہوگی۔ آغا تراب علی سے نکاح ہوا کہ نہیں، اس کا شوس بڑے معر فیہ میں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لہذا یہ کیوں کہ باور کر لیا جائے کہ یہ تعلق ناجائز تھا۔ نواب مرزا آغوش سے نکاح کا جو مکہ شہ ہی ثبوت موجود ہے اس لئے اس کا دبا کر احوال دیا جاتا ہے۔ رہی بات ہلاک کے ساتھ تعلق کا تو یہاں یہ عرض کر دیا جائے کہ انگریز پرنسپل پر تعلق بجا مسلما ہو چکے تھے اور سیاہ و سفید کے الگ بننے جا رہے تھے۔ شہ کے انقلاب کے بعد تو ان کو اختیار بھی حاصل ہو گیا تھا۔ ایسی صورت میں ان کا یہاں کی خواتین کے ساتھ سلوک کیسا تھا اس کا اندازہ تاریخ و تذکرے سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں دو بیانات:

”خند کے چنگلوں میں کچھ سلطان عورتیں، انگریزوں کے گھروں میں بیٹھ گئی تھیں۔“

”فریر روم صاحب نے شادی نہ کی تھی، مگر ان کے پاس اس زمانے کی روش کے مطابق

کوئی نہ کوئی ہندوستانی عورت رہتی تھی۔“

ایک فریر روم کیا سارے ہی فرنگی خواتین ہند کا تقدس پا مال کرنے میں مبتلا تھے، لیکن کسی بھی عورت نے اس پر دانا نہیں چھائی، بعض تماشا ٹی بن کر منظر کو سب کا نظارہ کیا اور دو دو لکھ دی۔

انہوں نے تو اس بات کا کہہ کر فریر کے قتل کے پس منظر میں نواب شمس الدین خاں والی فیروز پور، جہر کی جو غیرت، جو غیرت اور حسب الوطنی کا جو چہا چہا احساس کام کر رہا تھا، اس کی طرف آج تک ہماری نگاہ نہیں گئی۔ ہم نے ہندو بہد آزادی کے تشہ ظرو میں یہ نہیں دیکھا کہ سراج الدولہ، مید علی اور شیخ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے جنگاں و جنوبی ہند پر اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ ۱۸۵۶ء

لے ان کے کسی کی تھیں مگر سینے ڈالنے پر باج کو بات ڈالنے میں پیش کیے گئے تھے انھیں کے لئے لاکھ روپیہ اور شاہ نظارہ تیس احمد پٹری میں ۴۴۰ روپے انگریز حکومت دار حکومت دہلی احوال و مردم کے عروج و بحیرہ سلطنت انگلشیہ، مولوی ذکا اللہ، ص ۲۱، گئے سن ۱۸۵۶ء مرتبہ شفیق خواجہ اردو مولوی، خانبہاڑ میں ۲۵۱۔

میں واجد علی شاہ کو معزول کر کے وہ اور پھر بھی قابض ہو گئے ۱۰۵۳ء میں بہت جبراً بھرت نیاں، مولوی
 جیر علی شاہ پر جبراً فیروز بھرت اور دیگر آدمی کی سرکردگی میں آزادی کی جنگ لڑی گئی تو انگریزوں نے عمرو
 فرحب کے جہاں پہنچا کر اسے قاضی بنا دیا اور بہادر شاہ ظفر کو ملک بدر کرنے کے بعد وہ تقریباً سارے ہی ہندوستان
 کے حاکم بن بیٹھے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ شیپو کی شہادت ۱۰۵۰ء میں واقع پذیر ہوئی اور پہلی جنگ آزادی
 ۱۰۵۴ء میں لڑی گئی نصف صدی کے اس درمیانی عرصے میں ہمیں مصنفہ تاریخ پر کوئی سورا کوئی
 جیالا کوئی بہادر جو انگریزوں کا ٹروٹن رد ہوا نظر آتا ہے تو یا تو جنگال کے تو تیسرے یا پھر داغ دہلوی کے
 والد نواب شمس الدین خاں تھے، ایسے پراشوب وقت میں جب کہ پورے برصغیر پر انگریزوں کی دھاک بیٹھ
 گئی ہو اور ان کے خلاف لب کشائی کیا۔ جرم سنگین ہو، نواب محمد علی کا درج ذیل جرأت مندانہ اقدام یقیناً
 جدید آزادی کی تاریخ میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے:

”نواب صاحب ٹہل رہے ہیں پھر وہ فقہ سے قنطار ہے۔ فساد ہی عداوتی کیا ہے
 بھی موجود ہیں، ایک نے کہا۔ فرزند صنف بڑا غضب دھا ہے۔ دوسرا بولا۔ قضا سر پر کھیں کیا
 ہے۔ تیسرے نے کہا۔ منٹوں میں چٹ کیا ہا سکتا ہے۔ نواب صاحب نے مونچھوں پر ہاتھ
 پیریز اور کریم خاں کو طلب کیا۔ سیاہ خام گرائڈیل جو ان ہے آنکھوں سے تہا ری تپک رہی
 ہے چپکے چپکے اسے کچھ باتیں دیں۔۔۔۔۔ اذ میری رات ہے۔۔۔۔۔ ایک نے کامل
 ہے۔۔۔۔۔ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ ساتھی سواروں نے دست روکا۔
 گھوڑے پر سوار جو شخص ہے اس نے ایک ہاتھ تھوڑا کر دیا۔ انگریز ٹپنے کی طرف ہاتھ اٹھانا
 چاہتا تھا کہ ایک تلا ہوا ہاتھ اور مارا اور کام تمام کر دیا۔“

داغ کے والد کے ایما پر ۱۰۵۳ء میں اس فرنگی کو قتل کیا گیا جو دہلی کا ریڈنٹ تھا، گویا انقلاب
 ۱۰۵۳ء سے تیس سال قبل برطانوی استبداد کے خلاف ایک ریاستی نواب کی پہلی جنگ تھیں قدم تھا، نواب کو
 بھی اپنے اس دشمن روپیے پر اس درجہ سکون و طمانیت تھی کہ انہوں نے سکواتے ہوئے موت کا استقبال کیا

اور۔۔۔۔۔

”بسم اللہ کہہ کر چھانسی کے تنے پر قدم رکھا، بھٹی جو کھڑا تھا اس کو ہار دیا اور اپنے
 ہاتھ سے گلے میں چنڈا ڈال کہاں بھی تسلیم ہوا۔“

بہادر شاہ ظفر، رئیس احمد پوری، ص ۳۳۰، ولید طبع، دلی، کاسینا لا خواہر محمد شفیع دہلوی، ص ۳۰۔

موت کے استقبال کا یہ تیز رخ ذات کے بھٹی کو پرے ہٹا دیتے گا یہ انداز اور نگاہیں اذخود پر مبنی کا پتہ دیتے ہیں جو صلہ — ایک جرم کی شان نہیں، ایک مجاہد آزادی کی شان ہو سکتی ہے اور اس شان کو گوش گن نامی میں چھپا کر گناہوں زمین کے شاہانِ شان نہیں۔

محققینِ داغ کے مضر و خوں کا پردہ پاک کر دیا جلتے قویہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ نواب شمس الدین انگریزوں کے باغی نہ تھے بلکہ جنگ آزادی کے ایک خاکشوش مجاہد تھے ان کے لڑنے "داغ" جہانز نہیں، نجیب و شریف اولاد تھے اور وزیرِ عظیم عرف چھوٹی بیگم برصغیر کی ایک ایسی مظلوم صورت تھی جس کو قدرت نے بے مثال حسن و جمال عطا کیا تھا اور وہ اسی صفت کی بدولت نواب کی شہادت کے بعد مختلف خیزوں کے قلعے کا مرکز بنی رہی — کیا ہمارا قلم اس قدر بے بس و مجبور ہے کہ انگریزوں کے ایک ٹھکے دشمن کی مجاہدانہ کارروائی کو خراجِ تحسین پیش کر کے برصغیر کی ایک مظلوم صورت کی حمایت میں دو خط نہ لکھ سکے اور اس کے حق و سیرِ رشک کی شفقت پر چسپاں کئے ہوئے لازمی و انتہائی الفاظ کی تکفیر نہ کر سکے۔

داغ شہید اسی دن کے لئے یہ کہہ گئے تھے کہ

سینکڑوں شہید ہیں الزام کٹینے والے ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے

اب چلتے چلتے داغ کی شاعری کا بھی محاکر کر رہا جلتے غزل اور شواعری کی جہان ہے اور داغ اردو غزل کی آرمینہ فوق، غائب، مومن، شبیہ اور قمر نے اس منصبِ سخن کو جو آب و توانائی عطا کی تھی اسے قرار دے گئے ہیں داغ کی سنی بیگم کو خدا داخل رہا ہے، بقول شخصے "اردو غزل کا مہنگا ان ہی کی بدولت قائم رہا۔" اگر وہ نہ ہوتے تو ہر مہم غزل جس طرح مٹی ہوتی، داغ ہی نے انیسویں صدی کے قضا اور شاعروں کے بعد اسے سنبھالا دیا ہے اس میں رنگ بھر لے، انسانی جذبات سے اسے ملو کیلئے زندگی کے غیر متعصب مسائل سے اس کی تزئین و آرائش کی ہے۔ یہ داغ قلم نبیوں نے دلوں پر پڑے ہوئے سکودیا کے خلاف کوٹا، چھپکا ہے اور نہال، ناخدا دل یک لہجی ہوتی سلگتی آگ کو تھیلی پر بھا کر پیش کر دیا ہے۔ یہ حیرت یہ حوصلہ کس کے نصیب میں تھا!

داغ کی شاعری صرف اسی توصیف کی سفر دار تو نہیں کہ ان کا کلام ثقیل اور غیر موزون فارسی اور عربی الفاظ سے پاک ہے، پیچیدہ استعارات اور بعید از کار خیالات کا یہاں گز نہیں، اس میں غضب کی سادگی ہے، ہلاکی پر جستجی ہے، انتہائی روانی ہے، روزمرہ اور محاورات کی چاشنی ہے، زبانِ مکتدہ سلی کی جگہ ہے فصاحت و بلاغت کی تابانگی ہے اور اندازِ بیان کی سادگی ہے۔

داغ کو مصنف یہ کہہ کر بھی تو نہیں مالا جاسکتا کہ معاہدہ بندی میں وہ بے نظیر ہیں، محبت کے تر جہاں ہیں

دار فکری عشق کے نکاس ہیں، رہنما فی سمن کے جلوہ گر ہیں، مشبہ و مستبہوں کے مصوٰر ہیں، کیف و نشا کے پیامبر ہیں اور دل و مشاق کے باخبر ہیں۔

اشعارِ داغ کی تعریف میں فقط ان امور پر ہی قناعت تو نہیں کی جاسکتی کہ ان میں تیر کی کجی نہ تھی، لب و لہجہ کا حسن تھا، الفاظ کی نشست تھی، انہماکِ خیال کی بے تکلفی تھی، زاویہ نگاہ کا تنوع تھا، تکلف و تزیین سے گریز تھا، اندازِ سرسبز و زور و زلف تھے اور موثر تھے۔

اس پر ہی تو اتفاقاً نہیں کیا جاسکتا کہ شرفی و پاکین، غنّو و شینغ، غنّہ و ربّی، بیہ وری و لغزت، ہزل و استہزاء، جھنجھوٹ، ہٹ، ہول، کٹی، چرما چائی اور چھٹیڑھی کا کلام داغ کے خاص تر کی ہیں۔

اس حقیقت سے تو انکار نہیں کرسکتے بالخصوصیات ہی داغ کی شاعری کا محور ہیں اور کھنڈے والوں نے اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے، مگر قطعیت کے ساتھ یہ کہہ دینا سراسر اہمالی ہے کہ مذکورہ شاعر شاعری کے ماسواہ ان کے یہاں کچھ اور ہیں، انہی رنگ و معرفت سے نہ ہی آئینہ نشانی تصوف، نہ ہندی مضمون ہے نہ ہی قول یکما، نہ ہی اخلاقِ پہلو ہے نہ ہی درسِ زندگی، نہ مشاہدہ حیات سے نہ مطالعہ کائنات، ادیکھنے والوں کو یہ صفت اس لئے نظر نہ آئی کہ چونکہ داغ کی شخصیت و شاعری پر جو خلافِ چٹھلیا گیا ہے وہ اس قدر ہلکا و رنگین اور شمع ہے کہ کفن کے کلام کا ڈیٹھ نیکو اس کی دینہ تہوں میں ہمیشہ کے لئے چھپ کر رہ گیا ہے۔ آئیے ہم ان تہوں کو ہٹا کر رخِ نیکو کا جلوہ بھی دیکھ لیں۔

داغ کی جس محنت و مشاوری پر ہماری نظر سب سے پہلے پڑتی ہے، وہ ان کی عمدہ نگاری ہے۔ انہوں نے خدا سے جڑ گ ویر تری، تعریف و توصیف میں مکمل غور میں بھی کہی ہیں اور اپنی بے شمار عشقیہ غزلیوں میں اس نوع کے شعرو اشعار بھی پیش کئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ عبادی تہائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ حسن و محبت کے اشعار کے پہلو پہلو صفاتِ خدا، الجلال کا بر ملا انہماکِ شاعر کے جذبہ غلوں کا ہی آئینہ دار ہے، اور یہاں تک میں کہتا ہوں اس موضوع پر جس قدر شعور داغ نے پیش کئے ہیں اور وہ کے سوا کس اور ارو شاعر نے شاید ہی پیش کئے ہوں۔

داغ کا مدیہ کلام نہ صرف شاعرِ حسن و خوبی کا مرقع ہے، بلکہ اس میں عاشقِ ذاتِ الہی کا ولی جذبہ بھی کار فرما ہے، احترام و تقدس کا لحاظ بھی زیرِ نظر ہے اور مقامِ بندگی کا پاس بھی ملحوظِ خاطر ہے۔ اس نوع کے کلام میں اسلئے پائے کی غزل وہ ہے جو وہ الہی گچ کہی گئی تھی یعنی سب

سبقت ایسا پڑھا دیا تو نے دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

آپ پوری غزل پر طرہ جایتے معلوم ہو کہ ہے مشاعرِ محبت الہی میں ثواب کرا اور اس کی ذاتِ بے ہمتا

پر والد و شہید ابو کر شعر کہہ رہے۔ اس چوری غزل میں غضب کی حقیقت جلکلی سا دگی اور انتہا کی زمانی کا قریب ہے۔ غضب غزل کی جملہ دھانیوں پر مشتعل یہ حمد یہ غزل اردو شاعری میں اپنا جواب نہیں دیتی۔ مگر یہ حمد پرستی ایسی کئی شکل غزلیں واریع کے چاندوں و وارین میں موجود ہیں جن سے ان کی پاک باطنی کا پتہ چلتا ہے۔ علاوہ ان میں انہوں نے اپنی عشقیہ غزلوں کے درمیان دیسے حمد یہ اشعار چٹیں کئے ہیں، جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ داغ کو خدا کی بخاری پر اس کی رحمانیت پر اس کی رزاقیت پر کامل یقین تھا۔ ایسا یقین جو ایک مومنین کے شایان شان ہے اور جس میں کبھی بھی ترنم زلی رونما نہیں ہوتا۔ اس نوع کے چند اشعار غلطیوں سے

صبر سے زائد تاہم نہ سے غزلوں کا	خستہ والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا
امید اسکی ذات سے لئے داغ چاہیے	سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر
رحمت کے کا زمانے ہیں واقف کچھ اور ہی	بخشش اسی کی ہوگی جس سے غلط ہوتی
نکلت تو کہہ رہی ہے نہایت بڑا کیسا	رحمت نہ یہ کہے گی گنہگار کیوں ہوتے
اس شانِ رحیمی نے بہت رنگ دکھایا	جس وقت بھی چشم گنہگار ذرا سہی
داغ کو ہے اس کی رحمت سے امید	بخشش دے گا وہ غلطیوں کی سب
گوں جیسے گی چہریت کوں کیا داغ اذیت	مرے مولا کو ہم غلطیوں سے گزرا ہے کا
وینا ہے وہی کافر و دیں دار کو رازی	خالی نہیں پھرنا ہے کوئی اللہ کے گھر سے
خدا جب دوست ہے لئے داغ کیا دشمن کا اثر	ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا
جو سے گنہگار کو کیسا عطا کیسا	اسے داغ کیا ہی شان ہے پروردگار کی

درج بالا اس اشعار مختلف دیوان سے بغیر کسی کہہ دکاوش کے منتخب کئے گئے ہیں۔ اس وقت کے اشعار سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ اسی سے اندازہ لگائیں کہ داغ نے غزل گوئی کو صرف حسن و عشق کے انبار کا ذریعہ ہی نہیں بنایا، بلکہ راض و سما کی مدح سرائی کا وسیلہ بھی ٹھہرایا ہے۔ نعت گوئی بھی ایک مستقل فن ہے جس کے لئے مختلف صنف و صیغہ کا استعمال مل میں لایا جاتا ہے۔ داغ نے غزل ہی کے فارم کو اس اہم اور مقدس فریضہ کی بجا آوری کے لئے منتخب کیا ہے۔ ان کے یہاں حمد کی طرح ایسی متعدد نعتیں ہیں جو شکل غزل کی صمدیت میں پیش کی گئی ہیں جن میں حضور اکرم کی ذاتِ گلامی سے وابہ شدہ شیعنی کا انبار بھی ہے، آپ کی رحمت کا روبرو ہے جس کی بدولت دنیاوی غمِ عالم سے نجات پالنے کا یقین واثق بھی ہے اور دوزخِ شراب کے جھنڈا دینے پر اعتقاد واضح بھی! چند ایک کے

تو جو اللہ کا محبوب ہو ان خوب ہوا
یا نبی خوب ہو ان خوب ہوا
کہ وہ تم سے آزاد یا مصطفیٰ
تہیں سے ہے یا رب یا مصطفیٰ
خدا کے قودے آرزوئے محمدؐ
کریں چشمِ دولِ جہتوتے محمدؐ

دآخ کی فکر اور مہارت دیکھئے کہ حسن و حسن جیسے پامال موضوع کے درمیان بھی وہ نبی اکرمؐ کی شان میں اس قدر سرائی کرنے سے نہیں چرکتے۔ اس قسم کے نمبر اشعار سے ان کا سارا کلام بھرا رہا ہے چند اشعار کے مطالعہ سے دآخ کا مثبت رسولؐ حیاں ہو رہا ہے گاہ

یہ کہدو ہے اکھ میں سر دکا تیر لگے
اسے دآخ خاک پاتے رسولؐ خدا سے ہم
امتِ عالمی کی بخشش کا کیا حق سے سوال
چکہاں کوئی نہیں میرے پیغمبر کا جواب
دآخ عالمی کو ملے نصرتِ فرخوس نصیم
یا نبی دولتِ اسلام کے دینے والے
ہے سچ دآخ کی مسرتؐ یا مصطفیٰ
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دہان

یہ کہہ دینا کہ دآخ کی شاعری کو روحانیت سے کیا واسطہ اور اس میں تصوف و معرفت کا رنگ کہاں
قریباً سال سرسری غلط اور بے بنیاد ہے۔ ان کی سیرت کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند
تھے۔ حج و زیارت سے بھی فیضیاب ہو چکے تھے مزید برآں انہیں بزرگانِ دین اور فقرا سے بھی بے حد عقیدت
تھی۔ زید و ابوبکرؓ میں بیش تر عرس ہوتے دجئے۔ وہ ہمیشہ وہاں پہنچنے کی کوشش کرتے تھے جس سے چھتے دو رکھی
نیکسی بزرگ کی فاقہ ضرور دوڑا جاتی تھی اور غامس اہتمام ہوا تھا۔ امیر شریف کا وہ بیت احترام کرتے تھے۔
کتنی بار وہاں حاضر بھی ہوتے بلکہ سونیلے کرام سے اسی عقیدت کے تحت وہ عظیم آباد کے دورانِ قیام پیرِ حقیت
شاہ محمد علیؒ، ابو الہدائیؒ، سید محمد شمسؒ، خانقاہ، ابو الہدائیؒ، پٹنہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے شاہ صاحب
دآخ سے مل کر بیت مسودہ ہوتے تھے انہوں نے دآخ کے عظیم آباد آگئے پر مسودہ ذیل نقل کیا ہے

یکاتے زمانہ دآخ خوش گو
درد ملکِ خودی بود شہ
درد مصیبتِ کمال آں ہنرود
داناں و دراز نظم کو گاہ
امروزہ بار حق بہند شمش
نبو یک فردی مسلم اللہ

حاجہ مسیح الملک حضرت دآخ دہلویؒ فرج اللہ دہلویؒ نقل دآخ طبریؒ ۱۹۸۷ء دآخ اور بیبہؒ پر وضو کی اعتراضی
تکرار لکھنؤ پہاڑ ۱۹۸۳ء ص ۱۶۷

در پٹنت برائے سپہ آبد نور افشاں نور پاشاں ہوں ملہ

شد مبع نیاز مند مسرود اندوین آس و گلاز دول خوارا

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر داغ روحانیت سے سروکار نہ رکھے جوتے تو اس پائے کے روحانی بزرگ سے کیوں ملتے اور وہ داغ کے استخراج میں قلعہ کیوں کھتے۔ اگر قصبہ کی جنگ اٹار کر دیکھا جائے تو داغ کے یہاں روحانیت، معرفت اور تصوف کے ایک نہیں، ایک سوا شمار مل جائیں گے۔ یہی نزل میں چند اشعار درج کر رہا ہوں۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ انہیں کس حکمت میں ڈالا جائے۔

جلوس مری انگنوں کون و مکال کے ہیں مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کی ہیں

دل کے سوز کیجئے میں سے وہ نہ ویریں گرجے تو بس بیہوش نہیں تو کہیں نہیں

پس ہے مقام دوست کے غالب کو کیا عرض جنت سے واسطہ نہ جہنم سے واسطہ

فرشتے بھی دیکھیں تو گھل جائیں آنکھیں بشر کو وہ جلوس دکھائے گئے تہی

لامکاں ملک کی خبر حضرت واعظ نے کہی یہ تو سدا میں اللہ کہاں رہتا ہے

جبر و جبر کی ہے اپنے آپ میں تو دیکھو سے دیکھے کو دی ہے لئے غافل یہ بناتی تہی

ہمیں اسے داغ کو رہا ملن میں درد نہ کیا نظر نہیں آتا

کہاں کہاں دل مشتاق و مہنے یہ کہہ وہ چمکی برقی تجسسی وہ کوہ طود آیا

وہی تہی شہزادہ کی کوشت این سے تنگ ہو کر جب اس نے اپنی نو بچائی کھلا سینوں پر رنگ ہو کر

ہم سے ایک در و جسم کے سافر کچھ اس راہ پر مل کر کچھ اس راہ چیل کر

تا توں تنگ سے میں تو کہیں میں سے لڑاں ہے یا میرے دوست کی گھر گھر کی کوئی

وہ کیا دیکھ سکتا ہے اس کی تجسسی جس ان نے اپنا جلوہ نہ دیکھا

جہاں تیرے جلوس سے مسرود نکلا پڑی آنکھ جس کوہ پر طود نکلا

جگہ سے کی جو سیر کی ہم نے کارخانہ ہے اک خدائی کا

ماشوق سے شگاہ اسے ناہ بندگی سے نہیں خدا بتا

داغ جہانیاں یہاں گشت تھے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے جوتے تھے بھین سے ہی سیر و سفر

میں صہ۔ فیروز پور جھر کر میں آنکھ کوئی فوجوانی قلعہ مغل میں گوداری۔ جوانی میں رام پور آتے بیہوش

داغ اور سپاہی و فیر و کی فیر اشیں نگار اپنی ۱۰۰ فیروز داغ عظیم اکو میں تا دلا زوارک عظیم آبادی نگار داغ فیر میں۔

بہت ہوتے تھے بدو، سخت اور بدینہ گئے کھنڈ پڑے اور کلکتہ کی سیر بھی کی عید آباد جاتے تھے لاہور،
 امرتسر، کشن کوٹ، اٹک، علی گڑھ، ستر، جے پور اور شکرول بھی گھوم آتے وہ اس سفر و حضر میں مختلف جہن
 کے سیکڑوں انسانوں سے ملے تھے، قلعہ دہلی کا آخری سنبھالا بھی دیکھا تھا، انقلابِ مشرق سے بھی دوچار
 ہوتے تھے، رام پور، شکرول اور عید آباد کی ریاستوں کے رنگ و رنگ بھی دیکھے تھے، قوتیوں کے طور پر لوگ
 کا بھی شاہد کیا تھا، دشمنوں کے خوشے میں بھی رہے تھے، حاسدوں کے تیرنظر کا شکار بھی ہوتے تھے، اس
 ہمہ گیر شاہد اور کسی تجربے نے انہیں پختہ کار بنا دیا تھا، وہ زندگی کو ہر کھنڈ میں مشاق ہو گئے تھے، زندگی
 کی ہر جہن پر ان کا ہاتھ رہتا تھا، ان تمام باتوں نے ان کے غلطے کو درست دی تھی اور ان کی دود میں
 رنگ ہی کو چھوڑ دیتی تھی، اسی درست و جلا نے ان کے کلام میں بھی تنوع پیدا کیا ہے، وہ محض زبان بویانا
 سب دلچسپ، مملو، دست و پا، اور شوخی و فکری کے شاعر نہیں ہیں، بلکہ ان کے کلام کا افق بے کن
 ہے، اس میں تصوف و معرفت کا ہی رنگ نہیں، فلسفہ زندگی بھی ہے، تند و موہکت کی باتیں بھی ہیں، کاریاں کا تذکرہ
 بھی ہے، مضامین، اخلاق، گہری حاصل و حرم کے فہرے بھی ہیں، زندہ دلی کے گوشے بھی ہیں، انسانی نفسیات کے پہلو
 بھی ہیں، موضوعات کا تنوع اس جہاں عیدہ شخص کے یہاں نہ ملے گا تو اور کہاں ملے گا؟ آئیتہ بدنام زمانہ
 تاریخ کے ایسے اشعار پر بھی آپ ایک نظر ڈال کر خود ہی فیصلہ کریں کہ میرے اس دھوے میں کہاں تک صلت ہے
 ہمدانی، انکھوں نے بھی تہ شاہجہاں، انتخاب دیکھا، بڑائی دیکھی، پہلائی دیکھی، مذاہب دیکھا، ثواب دیکھا
 کس کس کی چھایا کیے کس کس کی آرزو، اک دل ہزار غم میں گرفت رہ گیا
 جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا، مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
 سہل ہونا میری شکل کا بہت مشکل ہے، کام دشوار وہ نکلا ہے آسماں سما
 بے تہمتے کا نہ ملے دل سراغ دوست، تو کچھ تو قصد کو تری بہت کو کیا ہوا
 اپنی نظر میں چپ ہے سانس جہاں کی سیر، دل خوش نہ ہو تو کہاں کا تھا شاہد کی سیر
 چننا بخراب کو تہ ہے، نہ کوئی کوفی سیم و زرد کی کاش
 اسے دل آج جو کہا ہے اسے کو دیکھا تو ملے، انساں کیا وہ جس کو نہ ہو ہر بات کا خیال
 آدمی ہونا بہت دشوار ہے، پھر فرشتے حرم آدم کیا کریں
 کبھی جینے کی تدبیریں کبھی مرنے کے سہاں ہیں، کبھی اپنا سہا ہوں کسی میں اپنا ت آتی ہوں
 مگر قنات نہیں ہیں، انساں کو کبھی حاصل سے فراغ نہیں
 بڑائی نہ چاہے بڑوں سے نہ چاہے، اگر ہے تو دنیا میں مشکل ہی ہے

احباب کو جنازہ اُٹھانا بھی بادر تھا
 ہم خاک میں ملے دیکھ کر دوش ہو گئے
 نہ اترائیتے دیر لگتی ہے کیا
 زمانے کو کوٹ جاتے ہوتے
 بشر نے خاک پایا اصل پایا یا گیسو پایا
 مزاج دیکھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے جس پایا
 کچھ سس سے قلب الیتیر نہیں ہوتا
 ہر آتشہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا
 اسے داغ صدرِ نعم، بحرِ مال بجا درست
 یہ سب کبھی مغز تھیں جین انور تھا
 پورا ہولنا ایک بھی دل کا سوراہ
 فرسودہ لاکھ بار تسلیم ہو کے رہ گیا
 مبارک غفر کو جو مسر جلاوید
 یہ تھوڑی سی گز رہا تے تو اچھا
 اُڑ گئیوں و قافا ملنے سے
 کہیں گئی کسی میں تھی ہی نہیں
 ہر پسند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ شوق
 بہت یہ کہہ رہی ہے کہ تہا اُٹھایے
 آدمی کو بچے ہی کو شہِ راحت کافی
 گھر کرے دلیں جو انسان تو جنت کیل ہے
 شوق ہو تو منہ زبانی تصور پر
 دو دنوں پہنچیں گے گسٹ کیا پاٹل کیا
 اسے داغ ہے کس کام کی سستی و جوائی
 تم اس میں جو اندیشہ فزا نہیں رکھتے
 تیر و خیمتی نہ گئی اپنی قوم نامہ نے
 کہ کبھی رنگ زمانے کا بدست ابھی نہیں
 نفس کے آئے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری
 یہ پوچھو تو مسافر قریے کیا لطف مفسر پایا
 کبھی اپنا بھی دورِ خوش اسے داغ
 دور آیا تم سے تو آئے گا
 کسی شاعر کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے کسر قد
 اشعار ضربِ مثل ہو کر زبانِ ذوقِ خاص و عام میں یہ سطرِ مطالعہ یہ جاتا ہے کہ یہ اعجاز صرف داغ کو ہی حاصل
 ہے کہ ان کے جیسے اشعار گزشتہ اسی قے سال سے قبولِ عام کا درجہ حاصل کرتے ہوئے ہیں، مروج
 محل کے ماحول سے صحیح ذیل مصرعے یا اشعار خود بخود زبان پر آ جاتے ہیں یہ
 خوب پردہ ہے کہ چلین سے لگی ٹپے ہیں
 صاف چپے بھی نہیں ملتے آتے بھی نہیں
 رہبرِ راہِ محبت کا سندِ امانِ خط ہے
 اس میں دو چار بیتِ منت مقام آتے ہیں
 نہیں کھیلے داغ یا دلوں سے کہہ دو
 کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے
 راہ پران کو لگا لاتے تو ہیں باتوں میں
 اور کھل جاتیں گے دو چار طاقوٹوں میں
 کی کس قیامت کہ یہ نامے مرے نام آتے ہیں
 کی بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

۵ بڑا سزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جاتے جنگ ہو کر

۶ ہتے کم بہت تو نے پی ہی نہیں

۷ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

۸ جہاں جیتے ہیں نقاسے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

۹ اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

دائع کی شخصیت اور شاعری کے متعلق درج بالا تحریرات پیش کرنے کے بعد اس انتخاب کے

سلسلے میں یہ وضاحت بھی ضروری کہیں نے ان کے چاروں دواویں کا بالا انتخاب ملاحظہ کیا ہے۔ حتیٰ الامکان میری یہی کوشش رہی ہے کہ وہ اشعار منتخب کر دوں جو ان کی شاعری کے جملہ عناصر ترکیبی پر محیط ہوں۔ نیز صمدیہ، نصیریہ، صوفیانہ، اخلاقی اور دیگر مفید موضوعات پر جو اشعار نظر آئے انہیں بھی شامل کر لیا گیا ہے تاکہ کلام داائع کا وسیع گنجینہ نمایاں ہو جائے۔ اگرچہ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی تھی، لیکن حقیقت میں وہ غزل ہی کے شاعر ہیں اور اسی صنف میں کامیاب و نامور بھی ہیں۔ لہذا غزلیات کا ہی انتخاب عمل میں لایا گیا ہے۔ رہا مسئلہ اشعار منتخب کی پسند و ناپسند کا تو اس کی تمام ذمہ داری اس خاکسار پر ہی عائد ہوتی ہے۔

یہ بھی بتانا چلوں کہ گزشتہ سال سعودی عرب سے واپسی کے بعد میں ذہنی طور پر بہت پریشان تھا اور کوئی صحیح راہ نمائی نہیں ملے رہی تھی۔ اسی عرصے میں میری ڈاکٹر ویدواناں ڈاکٹر عطر قومی

ادارہ برائے تحقیقی تاریخ و ثقافت کی ہدایت پر میں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے ضخیم مقالے ”جنگ آزادی کے اردو شعور پر نظر ثانی“ کے اس کی ایڈٹنگ کر لی ہے وہ شائع کر رہے ہیں۔ پھر محمد علی ڈاکٹر ویدواناں صاحب مدد نشیں، مستفادہ قومی زبان نے مجھے ”اصطلاحات طباعت تحریریم“ کی جامع فرہنگ مرتب کرنے کا کام تفویض کر دیا۔ یہ فریضہ بھی ادا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد وہی جہیزوں تکدیکوں میں دوبارہ۔

اسی تیر و تیک میں میری عزیز بہتی بیوہ فرور ان کے شوہر کا اٹلہ نظر سلطان روشنی کا مینار بن کر فرور ہوئے اور مجھے ایک ایسے خیر وقت سے ملایا جس نے میرے ذہن پر پڑے ہوتے چلنے کو صاف بھی کیا اور انگلی تمام کمرے صبح ہستے پر بھی لگا دیا میری مراد محترم و محرم جناب سید عبدالعین ڈاکٹر میرزا اورینٹ ایڈوکیٹسزنگ کمپنی سے ہے جنہوں نے میری رو داؤد تم سننے کے بعد یہ ہدایت دی کہ میں داائع کے کلام کا انتخاب کر دوں اور اسی کو اپنے طباعت و اشاعت کے پیشے کا بنیادی پتھر بنادوں۔ موصوف کے

حکم کو حرز جاں بنا کر میں اس کام پر آمادہ ہو گیا۔ اس مرحلے میں وہ حوصلہ بڑھاتے رہے، ہدایات دیتے رہے، کمیت کا نمونہ دیکھتے رہے، اشاعتی تحفے پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔ اور آج ان ہی کی موصلا افزائی اور ہدایت و مشورے کی بدولت انقلاب کلام و ادب کا عصر آزادما سفر مستقیم کو پہنچا، اس کام کی سہولت بھی حاصل ہوئی، ذہنی سکون بھی ملا اور راجہ زندگی کے وحشت کے بھی دور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ میرے رہبر شخص کو جزا دے، خیر دے کہ ان کی بدولت منزل کا تعین ہو گیا۔

میں یہاں اپنے عزیز دوست جناب خاطر غزنوی، کفیل احمد صاحب ڈاکٹر منطوبات پاکستان، پروفیسر فضل احمد شمس، چوہدری حمیٰ محمد اسٹنٹ ڈاکٹر منٹرل سکیڑیٹ لائبریری اور عطاء اللہ خاں صاحب کا شکریہ ادا کرنا خود پر واجب سمجھتا ہوں جنہوں نے دواویہ و ادب کی تلاش میں میری بڑی مدد کی۔ ان دوستوں کے تعاون کے بغیر یہ انتہائی ملل خاصا مشکل ہو جاتا۔ اللہ ان سب کو خوش و خرم رکھے۔ میں اپنے ویرینہ گرم فرا محترم مولانا سید عبدالقدوس انجمی صاحب ڈاکٹر احمد ذرائع مرقمہ عالم الاسلامی کراچی کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی ملاقات کے باوجود مسودے کو دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا، دوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی معتقد و علمی شخصیت کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔ آمین!

محمود الرحمن

اسلام آباد
۱۳ مارچ ۱۹۹۶ء

حیاتِ داغ — ایک نظر

۱۸۳۱ء بمبئی بدھ کے دن دوسرے دن کے مقد چاندنی چوک میں پیدا ہوئے۔

۱۸۳۵ء مکتوب کو داغ کے والد خواب شمس الدین خاں کو انگریزوں نے چھاپسی دے دی۔ داغ کی والدہ داغ کو لے کر لوہارو سے دہلی آ گئیں۔

۱۸۴۳ء مکتوب کو داغ کی والدہ نے مرزا فخر و صلف بیگم شاہ ظفر سے نکاح کیا۔ داغ بھی قلعہ میں داخل ہو گئے۔

۱۸۴۴ء خاں کی رڈ کی سے داغ کی شادی۔

۱۸۵۶ء ۱۰ جولائی کو مرزا فخر و انتقال کر گئے اور داغ قلعہ سے نکلے۔

۱۸۵۷ء کام جگہ آزاری کستیم میں داغ رام پور آئے۔

۱۸۶۶ء رام پور میں کو داروغہ اصطلح مقرر ہوئے۔

۱۸۷۱ء حج کی سعادت حاصل کی۔

۱۸۷۹ء پٹنہ اور یونان گھزدار داغ مشائع ہوا۔

۱۸۸۲ء پیریل میں رام پور سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ پٹنہ ٹھہرتے ہوئے جون میں وہاں پہنچے۔ جولائی میں واپس رام پور آئے۔

۱۸۸۳ء مکتوب کو داغ "آفتاب داغ" اور شونہی منہ داغ" شائع ہوئے۔

۱۸۸۷ء جولائی میں رام پور کی ملازمت سے استعفی ہو کر دہلی آ گئے۔ چار مختلف شہروں کا سفر کیا۔

۱۸۸۸ء مکتوب کو پیریل کو حیدر آباد پہنچے۔

۱۸۹۱ء مکتوب کو بارہ نغمہ میں تقریر کی۔

۱۸۹۲ء مکتوب کو تیسرا دیوان مہتاب داغ" شائع ہوا۔

۱۸۹۳ء مکتوب کو بیوی کا انتقال۔

۱۸۹۹ء حضور نظام کے ساتھ سفر کلکتہ۔

۱۹۰۰ء جنوری میں بنارس گئے اور امیر میاں کو بارہ نغمہ میں بارہ باب کوایا۔

۱۹۰۳ء دہلی گئے اور دوبارہ دہلی میں شہرکت کی۔

۱۹۰۵ء ۲۷ افروری کو تقریب کسان حیدر آباد میں انتقال کیا۔ دو گاہ یوسفین میں بیوی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

تلامذہ داغ

تلامذہ داغ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ہمیشہ ہندو مصروف نام و درجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ شہر مشرق تلامذہ اکبر محلہ آتہال
- ۲۔ میر محبوب علی خاں آصف نظام دکن
- ۳۔ مولانا محمد علی چوہدر
- ۴۔ جاسب دہلوی
- ۵۔ آغا شہر دہلوی
- ۶۔ سیاح اکبر آبادی
- ۷۔ ساقی دہلوی
- ۸۔ بیخود دہلوی
- ۹۔ نسیم بھرت پوری
- ۱۰۔ نوح ناروی
- ۱۱۔ احسن مادرہوی
- ۱۲۔ بیخود بدایونی
- ۱۳۔ حسن درخان حسن بریلوی
- ۱۴۔ تالوق ٹکلا وٹھوی
- ۱۵۔ وجاہت جہنماوی
- ۱۶۔ محمود رام پوری
- ۱۷۔ متین چمکی شہری
- ۱۸۔ بیباک شاہ جہاں پوری
- ۱۹۔ مہر گوایدی
- ۲۰۔ بخش مسیانی
- ۲۱۔ بکر مراد آبادی

گلزارِ دماغ



یہ داغ کے کلام کا پہلا مجموعہ ہے جو مطبع تاج المطابع
رام پور میں ۱۸۷۹ء میں چھپا تھا۔ اس میں ۳۸۹ غزلیں
ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۴۹۲۳ ہے۔



ردیف ۱

رنگ بوئے گل ہے ہر نفس یادِ الہی میں
 قیامت تک بھرے گی دمِ نسیمِ محمد میرا
 سلامت منزل مقصود تک اللہ پہنچا ہے
 مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقشِ قدم میرا
 الہی کعبہ تسلیم میں یوں باریابی ہو
 بڑے لیک کہہ کر پیشتر سب سے قدم میرا
 مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے
 خدا یا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا
 تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
 جو تو میرا جہاں میرا عرب میں اٹھم میرا
 الہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر
 چلے کوئین میں نامِ محمد سے درم میرا



یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری نکل تیرا
 کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا
 جمالِ احمد و یوسف کو رونق تو نے بخشی ہے
 ملاحات تجھ سے شیریں، حسنِ شیریں میں نمک تیرا
 دُعا یہ ہے کہ وقتِ مرگ اس کی شکل آساں ہو
 زباں پر داغ کے نام آئے یارب یک بیک تیرا



صبرِ زاہد، نافرمانیِ مے خواروں کا
 سنجے والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا
 سرِ شوریدہ کی تسکین وہیں ہوتی ہے
 مجھ پر احسان ہے اس کوپے کی یواڑوں کا
 سا اہلِ الفت کے لئے چاہیے شہرت اے دل
 نام بکاتا ہے محبت کے خریداروں کا



گر میرے بُتِ ہوش ربا کو نہیں دیکھا
 اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے
 کبھے میں کبھی تبتدنا کو نہیں دیکھا
 اغیار کے نامے تو بیت تم نے سے ہیں
 منظوم کی تاثیر دعا کو نہیں دیکھا
 افسوس کہ فرصت میں کبھی غور سے تم نے
 افسانہ ارباب وفا کو نہیں دیکھا



میں وہ ہوں آتش قدم جس سے گھٹلتے ہیں پہاڑ
 موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا
 توڑ کر اے محتجب میخانے سے باہر نہ پھینک
 آئینہ بیاہیں ریزہ میمنہ و ماسخ زیر پا
 دونوں دشمن ہیں بشر کے آسماں ہو یا زمین
 فتنہ گر بالائے سر ہے تو قسم مگر زیر پا



آج راہی جہاں سے داغ ہوا
 خزانہ عشق بے چہرا داغ ہوا

کیا نشانِ وفا بھی اے ظالم
 دلِ گم گشتہ کا سداغ ہوا
 ایسی کیا بوسہ لگتی تم کو
 ہم سے جو اس قدر دماغ ہوا
 کیا اثر ہے کہ تصویر
 اس کے ہنسنے سے باغِ باغ ہوا
 بعد استاء ذوق کے کیا کیا
 شہرت انسا کلامِ داغ ہوا



ہماری آنکھوں نے بھی تاشا عجب عجب انتخاب دیکھا
 برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا
 جو راہ میں تیری آ کے بیٹھے وہ فسکرِ دیر و حرم سے چھوٹے
 کہ تیرے کوپے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا
 جو تجھ کو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکِ داں ہم نے خاکِ پایا
 جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تم م عالمِ خراب دیکھا



کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دھلکر
 آئینہ میں نہیں ہوں کہ حیران ہو گیا
 اُمید ہے کہ بہر عیادت وہ آئیں گے
 آزار میری جان کو ارمان ہو گیا
 لوٹے تو سنو کہ وہ داغِ صغم پرست
 مسجد میں جا کے آج مسلمان ہو گیا



دل لے کے اس کی بزم میں جایا نہ جائے گا
 یہ مدعیِ بنسَل میں چھپایا نہ جاتے گا
 دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
 یہ آسماںِ زمیں سے ملایا نہ جاتے گا
 زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
 بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جاتے گا
 اسے داغِ تھک کو رزق کی خواہش ہے چرخ سے
 اتنا یہ غم کھلاتے گا کھایا نہ جاتے گا



شبِ ہجر ال سے موت بہتر ہے
 خواب آرام سے تو آئے گا
 لے ہی تو آتیں گے اسے ہمد
 میرے ہی نام سے تو آئے گا
 دل کا آنا ہے کام سے جانا
 جائے گا کام سے تو آئے گا
 کبھی اپنا بھی ہو نہ خوش لے داغ
 دورِ ایام سے تو آئے گا



تمہیں چاہا اگر چاہ خطا الفت پرستوں کی
 تمہیں دیکھا اگر دیکھا گن امیدواروں کا
 تراک و مدد دیدار و وہ بھی قیامت پر
 پھر اس پر صبر اتنا ہوتے دل امیدواروں کا
 کبھی بیٹھے کبھی اٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے
 تماشا دید کے مت ابل ہے تیرے ہتھیاروں کا



ہو کے غم ہر تو کیا مشق نے اک حشر پیا
 حسرت اُس دل پہ کہ جس دل میں یہ پہناں ہوگا
 زندگی عشق میں مشکل ہے تو مر جاتیں گے
 اب سے وہ کام کریں گے کہ جو آساں ہوگا
 آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں
 آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا



کیوں تنازع ہم سے ہے چشمِ عداوت ہی کسہی
 کیا نگاہِ ناز میں اب قبر بھی کُم ہوگی
 رات بھر کہتے رہے تم داغ ان سے دل کا حال
 ایک شب میں اس قدر اخلاص باہم ہوگی



کی ترک سے تو مائل پندار ہوگی
 میں توبہ کر کے اور گنہ گار ہوگی
 کس کس کی چاہ کیجئے کس کس کی آرزو
 اک دل ہزار غم میں گرفتار ہوگی



ستم ہی کرنا جتنا ہی کرنا لگا الفت کبھی نہ کرنا
 تہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کسی نہ کرنا
 ہماری منیت پہ تم جو آنا تو چہ ر آنسو بہا کے جانا
 دُزار ہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا
 لئے تو چلتے ہیں حضرت دل تہیں بھی اس انجمن میں لیکن
 ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تھی نہ کرنا
 وہ اک ہمارا طریق الفت کہ دشمنوں سے بھی مل کے چلنا
 یہ ایک شیوہ تراستمر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا



نہیں معلوم اک مدت سے کا صد حال کچھ اُن کا
 مزاج اچھا تو ہے یا دشمنی بنیر اُس آفتِ جاں کا
 یہ کیا ہے آج غیروں سے بری تعریف ہوتی ہے
 یہ کیا ہے خود بیاں ہوتا ہے اپنے جو پر نہاں کا
 کس کی شرم آورہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے
 اسے دیکھا اُسے دیکھا اور سرتا کا ادھر بھانکا

سب مفضل مجھی سے تجھ کو غلام پر وہ کرنا تھا
 پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھانکا
 ہوتی تھیں دیدہ مشتاق سے گستاخیاں کیا کیا
 بھلے کو رخ نہ تھا میری طرف ان کے نگہباز کا
 ہمارے داغ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائیں گے
 نگہاں گزرے گا دوزخ پر بھی جنت کے گلستاں کا



جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا
 مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
 نہ رونا ہے طریقی کا نہ ہنسا ہے کیلئے کا
 پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا
 ○ مزاج و اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے
 وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا
 خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیش
 ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا



زندہ بخشی کا نام کرنا تھا
 اس طرف بھی خدام کرنا تھا
 تھی نہ تاب بستم تو حضرت دل
 عاشقی کو سلام کرنا تھا



بلا سے اضطراب و دردی بن کر ٹھہر رہنا
 کسی صورت سے تم رہنا برے دل میں مگر رہنا
 گزاری میں نے ساری رات یہ کہہ کوفہ لبائے
 ذراے چشم تر تھنا ذراے دل جگر رہنا
 ڈرو اللہ سے اے داغ دیکھو بکوش میں آؤ
 بتوں کی یاد میں خافل خدا سے استعد رہنا



ترجے خدام سے برپا ہے شور و شر کیسا
 اٹھا ہے یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا
 سنبھل سنبھل کے بگڑتا ہے کچھ دل بیتاب
 ابھی آج یہ صدمہ ہے جان پر کیسا



کچھ تو تمہی بات کرنا صبح نے نہانی کچھ بات
 کچھ تو سبھا جو نہ کچھ یہ دلِ ناداں سبھا
 سہل ہونا ہری مشکل کا بہت مشکل ہے
 کام دشوار وہ نکلا جیسے آساں سبھا



جے مجھ کو خبرات کو جو تیرے قسریں تھا
 میں گرچہ نہ تھا پاس برا دل تو وہیں تھا
 سب خاک ہو تیں آج مرے دل کی اُمیدیں
 کل تک تو تری ذات سے کیا کیا نہ یقیں تھا



غضب ہے جن پہ دل آئے کہیں بختان بن کر وہ
 کہاں آیا کدھر آیا یہ کیوں آیا یہ کب آیا
 بسر کیوں کر کریں گے حُسد میں ہم واعظِ ناداں
 ہمارے جدِ امجد کو نہ وان رہنے کا ڈھب آیا



مر گئے ہم تو وضع داری میں
دوستی کی نباہ نے مارا
دیکھو اے داغِ اہل دنیا کو
ہو کس عَزَّوَجَلَّ نے مارا



اے اہلِ بزمِ چشمِ مردت کو کیا ہوا
کیوں دیکھتے نہیں مری صورت کو کیا ہوا
جے جستوئے گمانِ اے دلِ سُرخِ دوست
تُو کچھ تو قصدِ کُتری ہمت کو کیا ہوا



جو عاشقی میں خاک ہوا کیسا ہوا
کہتے تھے آج خاک میں کوئی بلا ہوا
کوچے میں اُسکے ہم تو قیامتِ آٹھائیں گے
انصاف اپنا یا نہ ہوا آج یا ہوا



دل میں تو کفر تیرے تجھ پر غضب خدا کا
 اسے داغِ سوتے کجہ پھر مانگنا دعا کا
 گر ذوقِ سیر ہے کچھ تو دیکھ میرے دل کو
 یہ بھی ہے اک نمونہ جامِ جہاں نما کا
 اس پرٹے نے تمہارا نام اور بھی نکالا
 یہ بھی کوئی حیساب جو نام ہو حیا کا



غضب کیا ترے وعدے پر اعتبار کیا
 تمام رات قیامت کا انتظار کیا
 ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اٹک رہا کیا
 تسلیاں مجھے دے دے کے بیقرار کیا
 تجھے تو وعدہ دیدار ہم سے کرنا تھا
 یہ کیا کیا کہ جہاں کو اُمید وار کیا
 فناۂ شبِ غم ان کو اک کہانی تھی
 کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

بھلا بھلا کے جیال ہے ان کو راہِ نہاں
پھچپھا پھچپھا کے محبت کو آشکار کیا



زلفِ رسا کو دمِ تڑپیں سنبھال
بوجھِ نذیرِ موتے کسر پر گرا
شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے
خیر ہوتی میں تھے رُپر گرا



اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ چہ خوش
دیکھتے یہیے خبر وہ ہاتھ سے خنجر گرا
چوٹ کھاتی دل نے گر کر اس صنم کے عشق میں
یا الہی خیر ہو یہ شیشِ پتھر پر گرا



نہ پایا کوئی بھرِ عشق میں رستہ گزارے کا
نہ پہنچا اُس کنارے تک شاورِ اس کنارے کا

مرے شکوے ہیں ہے یا تیرے دندانِ مصفا میں
 گہر کی آبِ ہیرے کی تجلی نورِ آس کا
 گزر جائے گی ہر صورت کروں کیا داغِ اندیشہ
 مرے مولا کو ہر دم فکرت میرے گزائے کا



دشتِ وحشت میں ہر اک بے سرو سامان نکلا
 تنِ عریاں کا مرے سایہ بھی عسریاں نکلا
 کب وہاں مجھ سے زلوں حال کا ارماں نکلا
 دلوںِ حشر بھی اچھٹوں ہی کا خواہاں نکلا
 شدِ ملیں چشم میں اس برقِ نظر کا جلوہ
 ایک شعلہ سا تہہ دامنِ مہرگاں نکلا
 داغِ دل چیر کے اُس بت کو دکھانا ہی نہ تھا
 آرزو نکلتے تو نکلتے مگر میاں نکلا



کہاں صیت اکیسا باغباں کس پر گری بجلی
 چمن میں آتشِ گل نے ہمارا اشیائے پھونکا

تیری دُزدِ جنس نے مایہِ صبر و خرد کو لٹے زچہ میں ہلکا کر
لاٹ لٹا کر لٹا کر تیری برقِ نگاہ کے خرمِ تاب کو اس چوڑا
شہِ افسانہ میں لٹا کر لٹا کر لٹا کر لٹا کر لٹا کر لٹا کر

تمہارے لطف و عنایت کا وہ کہیں کہنا،
 لفظ اس پہاڑ کی جیسے کا کہہ دو کیا وہی دروند ہوا
 دف نہیں نہ ہی شیوہ جفا ہی سہی

پسند آپ کی جو آپ کو پسند ہوا

ہن میں شہر کی ایک طرف سے ہے

ابن ہشام

عرض وفا پر دیکھنا اس کی اظہار و ظہیر
 ابن ہشام کے دل میں کچھ اعتبار آگے میں کچھ سلاں
 اس کی چاک پر دم فدا اس کی اوپر دل مبارک
 ابن ہشام کے لیے وہ شوق کی گہرائی وہ قد نہال سا
 پوچھے کیا ہو کون تھا ہونہ ہو وہی داغ ہو

دور پر تمہارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا

ابن ہشام کے لیے تھا

ابن ہشام کے لیے تھا

دلف برہم عرق آلودہ جہیں دامن چاک
 لفظ اس پہاڑ کی جیسے کا کہہ دو کیا وہی دروند ہوا
 ہم تو بے نام و نشان آپ کی الفت میں ہوئے

آپ کا نام نکلتا تھا ستم گر نکلا

نام اس کا تو مرے دل میں نہاں تھا نام
ہائے کجغت تے منے سے یہ کیوں کر نکلا



جوش جنوں نے ساتھ دیا جوشِ حسن کا
ٹھٹھے اُدھر نقاب اُدھر پیراں ہوا
کوسوں تک اٹے پاؤں چلا آہ میں غریب
جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا
ہاتھوں سے جو بچے بری باتوں سے بچ گئے
چٹکی میں تھا جو تیر وہ لب پر سنی ہوا



دل ہوا خاک تو اکسیرِ کس نے جانا
تھا یہ جب مال تو کوئی بھی خریدار نہ تھا
یاد نہ آتے تھے حسینوں کو وہ اندازِ جفا
یا کوئی لگے زمانے میں خطا وار نہ تھا



یہ داغِ رند کب آلودہ شراب نہ تھا
 خراب آج ہو آج تک خراب نہ تھا
 نگاہِ شوق پر الزام ہے تدراری کا
 تہناری برقِ تبسلی کو اندھنہ نظر نہ تھا
 وہ جب چلے تو قیامت بپا تھی چار طرف
 ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا
 جواں ہوتے تو قیامت ہوتی خدا کی پناہ
 وہ جب ہی فتنہ تھے جب عالم شباب نہ تھا



کیوں کر اس کی نگہِ ناز سے جینا ہو گا
 زہر سے اس پہ یہ تاکید کر پینا ہو گا
 چاکِ دل تیغِ تغافل سے کیا ہے قہر نے
 رشتہٴ مارِ نظر سے نہیں سینا ہو گا
 خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بیلے گا
 گر نہ مشوقِ دے دماغِ دینا ہو گا



کیوں رنج دیتے دل کو جو فریاد کا ڈر ہے
 تھی آپ کی مرضی کو یہ مضطر بھی نہ ہوتا
 جی کس سے لگاتے شبِ فرقت میں ابھی
 بہلانے کو دل گر غم دل پر بھی نہ ہوتا



تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ
 زندگی کیسا رہی وبال رہا
 شبِ غم بھی گز رہی جاتے گی
 نہ رہے گا نہ ایک حال رہا
 دلخ نے حالِ دل کہا ان سے
 کچھ بھی کجنت کو خیال رہا



جب تک مرے گریہ سے طوفاں نہ ہوا تھا
 الفت میں کوئی کار نمایاں نہ ہوا تھا
 شامت مری جو میں نے میھا انہیں جانا
 آتی تھی اجسل درو کا درماں نہ ہوا تھا



بشر نے خاک پایا یا صل پایا یا گھر پایا
 مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا
 نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری
 یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطف سفر پایا
 وہ میرا چھیڑنا آغا زلفت میں شکایت سے
 وہ رکھ کر ہاتھ کانوں پر ترا کہت کہ بھر پایا



ہم نے اُن کے سامنے آول تو خیر رکھ دیا
 پھر کلیسا رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا
 قطرہ خون جگر سے کی تو اصح عشق کی
 سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھ دیا
 کہتے ہیں بوسہ وفا آتی ہے ان سُولوں سے آج
 دل جو ہم نے لالہ و گل میں بلا کر رکھ دیا
 زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جلا
 قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیوں کر رکھ دیا

دیکھئے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کس کس کی نگاہ
روزانہ دیوار میں ظالم نے چسپاں کھدایا



تم کو آشفقۂ مزاہوں کی خبر سے کیا کام
تم سنو لرا کر و نیٹھے ہوئے گیسو اپنا
نہ بنا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا
لگ گئی چُپ تجھے اے داغ خیز کیوں ایسی
مجھ کو کچھ حال تو کم بخت بتا تو اپنا



دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا
میں بھی کیا وعدہ تمہارا ہوں کہ ٹل جاؤں گا
آؤں جب لو کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی
میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤں گا



جہاں میں کیا نہ ڈھونڈا کیا نہ پایا
 مزاج ان کا داغ ان کا نہ پایا
 قیامت کا کیا ہے اس نے وعدہ
 قیامت ہے اگر تہنہ نہ پایا
 سفارش ہم تری کرتے پرے داغ
 کچھ اُن کا تجھ سے رُخ اچھا نہ پایا



عجب اپنا حال ہوتا جو وصلِ یار ہوتا
 کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نشا ہوتا
 جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے دھتے کرتا
 تمہیں منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا
 یہ مزا خدا دل لگی کا کہ برابر آگٹ لگتی
 نہ تجھے تدراب ہوتا نہ مجھے تدراب ہوتا



جلوہ دیکھا تری رعنائی کا
 کیا کلیجہا ہے تماشا تی کا

یاد آتا ہے وہ رسوا کر کے
 رنج کرنا مری رسوائی کا
 آتی شوخی میں کہاں سے نکلیں
 پڑ گئی صبر قناتی کا
 اب تصور سے بھی گھبرا تا ہوں
 کیسے مزہ ہے مجھے تنہائی کا
 منہ سے بولے تو کہا آئینہ
 کھیل کھیلے تو خود آرائی کا
 ان کی شہرت بھی مٹی جاتی ہے
 کیسا ٹھکانا مری رسوائی کا
 کیا تصور بھی نہ آنے لگی
 منہ تو دیکھو شب تنہائی کا



خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
 جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
 دیکھا ہے بت کدے میں جوں کی توڑ
 ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افشائے رازِ عشق میں گودِ نیتیں ہوتیں
 لیکن اسے جتا تو دیا حبان تو گیا
 گونا مرے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
 مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
 ہوش و حواس تاب و توان و آغِ بچا چکے
 اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا



مجھے میکیش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ
 بے یاد و بڑکے جب سامنے ساغر آیا
 ناوکِ یار کی واجب ہے تواضع اے دل
 پھر نہ جاتے کہیں جہان مرا گھر آیا
 وصل میں ہاتے وہ اتر اکرے مرا بول اٹھنا
 اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا



میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا
 وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

دی موذن نے شب وصل اذالہ کچلی ات
 ہائے کم بہت کو کس وقت خدا یاد آیا
 لیجئے سنئے اب افسانہ فرقت مجھ سے
 آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا



اس قدر ناز ہے کیوں آپ کو کیا تھی کا
 دوسرا نام ہے وہ بھی مری تہناتی کا
 فتنے بھی تھامے سے اٹھتے ہیں جیسا تھے ہیں
 یک سلیقہ ہے تمہیں خجمن آرائی کا



اُن آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلائیں
 میتھ سے جس کو نطفہ راہ تہارا
 بُرائی جو کی تم نے غیروں کی جہ سے
 ہوا حال سب آشکارا تہارا



دوستی کے پردے میں کون دشمنی کرتا
 اس کی مہربانی ہے جو ہے مہرباں اپنا
 واں بُرائی سے جس اب تذکرہ نہیں آتا
 ذکرِ خیر رہتا تھا رات دن جہاں اپنا



یہ ستم طرفِ ستم ہے کہ تڑپتا ہی دکھا
 جان سے تو نے کبھی کو یہ ستم مگر مارا
 مارنا دل کا سمجھتا ہوں جیسا داکٹر
 وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا
 رہ گئی قتل گہرام میں عزت میری
 آج قاتل نے مجھے لاکھ میں چن کر مارا



رازد دل کوئی کہے لاکھ میں کیوں کر اپنا
 دلوں پر حشر جدا چاہیے محشر اپنا
 روز جلتا ہوں نئے دُپ سے اسکے دُر پر
 روز کہتا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تقدیر کے قائل ہی نہ تھے
 کچھ نہ بن آتی تو کہتے ہیں مقدر اپنا
 داغ اُس کا الم اُس کا غم بھراں اُس کا
 سینہ اپنا جگر اپنا دل مضطر اپنا



کچھ سچی سے اقبال میسر نہیں ہوتا
 ہر آئینہ گر داغ نکند نہیں ہوتا
 رہزن ہی سے ہم پوچھتے ہیں راہِ محبت
 جب ہم کو میسر کوئی رہبر نہیں ہوتا



ہو گانتاں مہر و محبت یہ ہیں کہیں
 ڈھونڈو چسپ داغ لے کے جہاں مزار کا
 اٹھنا ہی تیری بزم سے دشوار تھا بے
 اس پر سنبھانا دل بے اختیار کا



نکلی پیغام بر کی زباں سے نہ کوئی بات
 کلمِ ہیئت اُس کے سانسِ نغم ہو کے رہ گیا
 پورا ہوا نہ ایک بھی اس دل کا مسودہ
 نہ سودہ لاکھ بار تسلیم ہو کے رہ گیا
 اے داغِ ہم نہ دیکھ سکے روزِ حشر کچھ
 سرِ خجالتِ گت سے غم ہو کے رہ گیا



بس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ
 دل میں رہنے نہ دیا منہ سے نکلنے نہ دیا
 شوق نے راہِ محبت میں ابھارا سیکن
 ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا
 عقل کہتی تھی نہ مکہ و فترِ مطلب اس کو
 شوق نے ایک بھی مضمون بدلنے نہ دیا



تنِ تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کہاں ابرو
 ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شبابِ ایسا

جب خواب میں آتے ہو نہ مجھ سے چھپاتے ہو
مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا



ہمیں زلمے میں بدنام تیری خونے کیا
دلِ فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا
ستم کیا تو مرے دل کی آرزو نے کیا
مجال ہے یہ کہوں تجھ سے میں کہ تو نے کیا
حنا کو رنگ نے مشو رنگ کو بونے کیا
جہاں میں شہرہ تہا رُخِ نکو نے کیا
اسی کو گردشِ دوراں سمجھ گئے میکش
جو دورِ شیشہ و پیما نہ دُسو نے کیا
کھلا میں اُن سے تو وہ اور داغِ نمجھ سے رکے
خفا تو ان کو مری شرحِ آرزو نے کیا



تو وعدہ کر کے مجھ سے مری جان پھر گیا
حق سے پھرا جو قول سے انسان پھر گیا

چپ کر کہاں گئے تھے وہ شیلو کو میرے گھر
 سوار اُن کا آگے بگبیاں پھر گیا
 لاتے تھے کوئے یار سے ہم داغ کو ابھی
 لو اس کی موت آتی وہ نادان پھر گیا



غضب ہے انتظارِ وعدہ حشر
 نہیں کہہ کر مُک جاتے تو اچھا
 مبارک خضر کو ہو عسمر جاوید
 یہ تھوڑی سی گزر جاتے تو اچھا
 نگاہِ یارِ دل کو لوٹتی ہے
 یہ مہاں اپنے گھر جاتے تو اچھا



یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا
 ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہو گیا
 داغ وہ بہتر ہے جو مرہم بنا
 درد وہ اچھا جو دوا ہو گیا

آپ سے اقرار کے سچے کہاں
 وعدہ کیا اور وفا ہو گیا
 یہ تو نہ تھی کوئی مکر نے کی بات
 حرفِ خوش آمد بھی بگلا ہو گیا
 سب مجھے دیوانہ بنانے لگے
 لو وہ تمہارا ہی کہا ہو گیا

ردیف ب

پہلے تو میری گزارش سن کے وہ چپ ہوئے
 کیا کہوں پھر کیا بلا عرضِ مکر کا جواب
 خطِ تمہارا ہم کو پہنچا ہے فقط اتنی رسید
 واہ کیا لایا ہے فتِ صد میرے دفتر کا جواب
 اُمتِ حاصیٰ کی بخشش کا کیا حق سے سوال
 ہے کہاں کو نین میں میرے پیہر کا جواب



کیوں کہا تھا کسی سے کیا مطلب
 اسی کہنے سے کھل گیا مطلب
 خون ہونے کو خاک ہونے کو
 یا مراد دل ہے یا مرا مطلب
 دل میں گٹ گٹ کے رہ گئی حسرت
 لب پہ آ آ کے رہ گیا مطلب



ہم مٹ گئے تو پریشاں نام و نشان ہے اب
 اس کی تلاش کر کر محبت کہاں ہے اب
 تم پارہا پارہا ہی مگر اشنا تو سوچ لو
 کچھ دیکھ ہی رہے ہیں جو دل بد گماں ہے اب

روایف پ

مہرباں ہو کے جب ملیں گے آپ
 جو نہ ملتے تھے سب ملیں گے آپ

دُورِ رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو
 مجھ سے کہتے ہیں کب ملیں گے آپ
 کارواں کی تلاش کیا ہے دل
 آکے منزل پہنچیں گے آپ



برسوں آنکھوں میں ہے آنکھوں سے پھر کر دل میں آنے
 راہِ سیدھی تھی مگر پہنچے بڑے چکر سے آپ
 اپنے سینے سے دبا دیجے ذرا سینہ مرا
 چور کیجے شیشہ دل کو اسی پتھر سے آپ
 حضرت زاہد نکل آیا فلک پر آفتاب
 پیر و مرشد اب تو اٹھتے میکے کے در سے آپ
 کیوں جنابِ دُعا یاد اللہ میری یاد ہے
 بھیس بدے رات کو آتے تھے کسکے گھر سے آپ



روایف ت

کب بات ہو بغیر خوشامد وہاں درست
 وہ نادرست بھی جو کہیں کہتے ہاں درست
 تھوڑے سے دن بہا کے میں کس اُمید پر
 کرتے ہیں اپنا مرغِ حنِ آسٹیاں درست
 کچھ میں بھی اپنا حالِ طبیعت بیاں کر دوں
 گر ہو مزاجِ آپ کا اے مہرباں درست



اللہ کرے تو بھی ہو بیمارِ محبت
 صدقے میں چیش تیرے گرفتارِ محبت
 کچھ تذکرہ عشق رہے حضرتِ ناصح
 کانوں کو مزہ دیتی ہے گُفتارِ محبت
 دل بھول نہ جانے کسی مڑگاں کی کھٹاک کو
 کچھ چھیڑ رہے اے خلشِ خارِ محبت

ثابت قدم ایسے رہ الفت میں نہ ہوں گے
 تھا ہم کو تہ تیغ بھی اتنا سرِ محبت
 واعظ کی زباں پر تو وہ کلمے ہیں کہ گویا
 بچنے ہی نہ باتیں گے گنہگارِ محبت



تو نہ کر نخواستِ شباب بہت
 ہم نے دیکھے ہیں انقلاب بہت
 شعلہٴ روسیخڑوں نظر آئے
 ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت
 آتی کس کی نگاہ میں شوخی
 ہے زمانے کو اضطراب بہت
 شام ہونے دوپہے جلنا
 ہے ابھی تیز آفتاب بہت
 کچھ سمجھ کر وہ ہوئے خاموش
 تھے مری بات کے جواب بہت



ردیف ج

انجمنِ محبت پہ کریں خاکِ نظر آج
انسان ہے مجبور نہیں کل کی خبر آج
مہمان ہے وہ غیرتِ خورشید و قمر آج
دن آج ہے رات آج ہے شام آج ہے بحر آج
موسلی نے نہ دیکھا تھا سِرِ طُور وہ جلوہ
دیکھا ہے جو کچھ ہم نے پسِ روزِ ندر آج
امید یہ کہتی ہے وہ آتے ہیں ٹھہر جا
ہے یاس کی تانکید کہ دنیا سے گزر آج
بسل ہی کیا اس کو جسے خواب میں دیکھا
سوئے میں بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج
وعدے پر مرے ان کے قیامت کی ہے تکرار
اود بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے اُدھر آج
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تنہا
کیا ہو مرے قابو میں تم آج یا اگر آج

قطرہ

وہ میں کہ مرا قصر ہر اک رشکِ دارم تھا
 بستر ہے گدایا نہ سہراؤ گزرا آج
 وہ میں کہ مری عرش پہ تھی منزلِ عالی
 کرتی ہے زمیں بھی مے قدموں سے حذر آج
 سامانِ تہادینا کامرے واسطے موجود
 دنیا سے گزرنے کو نہیں زادِ سفر آج
 بازارِ محبت میں یہاں غیر نے کیا کیا
 ہم کو نہ ملا ایک بھی پتھر کا حجر آج



اے بے خودی وہ آئیں تو میں آپ میں نہ آؤں
 وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج
 برسوں سے لگ رہی تھی لبِ بامِ ٹلٹی
 تنک تنک کے گر پڑی مگر انتظار آج



ردیف چ

عزبت کے رنجِ فناؤ کشی کے ملال پہنچ
 اے داغِ پر زمانہ سے دستِ سوال پہنچ
 نازک بہت ہے رشتہ الفت نہ ٹوٹ جائے
 اتنا نہ اپنے آپ کو اے مہمال پہنچ



یوں مصوٰرِ یار کی تصویر پہنچ
 کچھ ادا کچھ ناز کچھ تفسیر پہنچ
 کیوں کشتا ہے عیشِ اے خارِ عشق
 یا نکل یا دامنِ تاشیر پہنچ
 دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا
 اے زلیخا دامنِ تاشیر پہنچ



رولف ح

پکارتی ہے غموشی مری غنماں کی طرح
 نگاہیں کہتی ہیں سب راہِ دل زباں کی طرح
 جلا کے داغِ محبت نے دل کو خاک کیا
 بہار آتی ہے باغ میں خنداں کی طرح
 جیانیے روک یا جذبِ دل نے پھینچ لیا
 چلے وہ تیر کی صورت کھینچنے کماں کی طرح
 یہ سدا رہا ہوا کس کا پاس رسوائی
 رکے ہوئے ہیں مے اشک کا واں کی طرح
 یہ دل ہے آپ کا گھر رہے شوق سے لیکن
 شکیب و راحت و صبر و قرارِ جہاں کی طرح



جب یہ کہا مرتے ہیں کہتے ہیں وہ
 مرنے لگے اہلِ عدم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پر
لطف بھی کرتے ہیں ستم کی طرح

رولیف خ

ہوتی جب سے زبانِ یار گستاخ
خوش آمد گو ہوئے ناچار گستاخ
نگاہِ مست کچھ یوں کہہ رہی ہے
کہ جیسے ہو کوئی مے خوار گستاخ
مجھے پاسِ ادب نے روک رکھا
کیا تھا شوق نے ہر بار گستاخ
تری رحمت اگر حامی نہ ہوتی
نہ ہوتے کافرو دیں وار گستاخ
تہہِ خنجر رہے پاسِ ادبِ داغ
نہ ہونا مرتے دم زہار گستاخ



ردیف د

جس دل کو مٹی ہو وہ کرے خاک مغال بند
 کیجے تری فریاد پہ کس کس کی زباں بند
 موت آتی ہیں ہاتے دم عرضِ تنہا
 دل کھلنے نہ پایا کہ ہوتی اپنی زباں بند
 مقبول نہ ہوں گی کسی مے کش کی دعائیں
 مے خانہ کا دروازہ نہ کر پیر مغال بند



چھپتی ہے کب چھپاتے سے اے خوب نوسند
 آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ آیا ہے تو پسند
 خاموش سستی رہتی ہے پیروں شبِ فراق
 تصویرِ یار کو ہے مری گفتگو پسند
 آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا
 ملتے ہیں دیکھ خاک میں یوں ابرو پسند



نہ ہو کیوں کر افضل ہمارا محمدؐ
 کہ ہے اپنے پیارے کا پیارا محمدؐ
 الہی یہ عشر میں ہم کہتے جنتیں
 کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ
 شیعہ ائمہ روزِ محشر متبیں ہو
 ہمیں ہے تہارا سہارا محمدؐ
 بلا لودینہ میں پھر داغ کو تم
 نہیں ہند میں اب گزارا محمدؐ

رولیف ذ

لاکھ لکھے انہیں اندوہ و من کا کاغذ
 کب وہ پڑھتے ہیں کسی سوختہ تن کا کاغذ
 آتشِ رنگِ حنا سے ترے ہاتھوں میں نگار
 جل نہ جلتے کہیں اس سوختہ تن کا کاغذ

اشکِ خونیں سے میں لکھ لکھ کے مٹا دیا ہوں
 اپنے حالِ دل پر رنج و مہن کا کاغذ
 غور سے ہم نے جو دیکھا تو صفت سے تیری
 کوئی خالی نہیں اربابِ سخن کا کاغذ

ردیف

وہی تو ہے شعلہٴ تجلی کہ دشتِ بین سے تنگ ہو کر
 جب اُس نے اپنی نو دپ ہی کھلا سینوں پر رنگ ہو کر
 نہ دیکھو دیکھو تم آئینے کو کہ مجھ کو درخت ہے ہولِ ہر دم
 کہیں نہ جم جائے مکس اس کا رخ مصفا پر رنگ ہو کر
 نہ وہ نظاے نہ وہ اشائے نہ یے غزے نہ یوں چشمک
 غضب ہے پابندِ شرمِ ٹھہری نگاہ کچھ شوخ و تنگ ہو کر
 بھرے ہوتے ہیں ہزارِ رمالِ پھر اس پہ ہے حسرتوں کی مہر
 کہاں نکل جاؤں یا ابھی میں دل کی دست سے تنگ ہو کر
 جھکی ذرا چشمِ گہو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی !
 بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر



ہوتے ایک دیرِ حرم کے مسافر
 کچھ اس راہ چل کر کچھ اس راہ چل کر
 رہِ عشق کی ٹھوکریں، ہم سے پوچھو
 کہ سنبھلے ہیں گر کر گڑے ہیں سنبھل کر



ناکارۂ و ناداں کوئی مجھ سے بھی نہ ہوگا
 آیا نہ بھرنے ہنسی مجھ کو ہنر اور
 ہم جانتے ہیں خوب تری طرزِ ننگہ کو
 ہے ہنسی کی آنکھ اور محبت کی نظر اور



کہا نہ کچھ عرضِ مدعا پر وہ ہے دم کو مسکا کر
 سنائے حال چکے چکے نظر اٹھاتی نہ سر اٹھا کر
 تری محبت نے مار ڈالا ہزار ایذا سے مجھ کو ظالم
 رُلا رُلا کر گھٹلا گھٹلا کر جلا جلا کر مٹا مٹا کر

— تمہیں تو ہو جو کہ خواب میں، تمہیں تو ہو جو خیال میں
 کہاں چلے آنکھ میں سما کر کہ صحر کو جاتے ہو مل میں آ کر
 نگہ کو بے باکیاں سکھاتو حجابِ شرم و حیا اٹھاؤ
 بھلا کے مارا تو خاک مارا لگاؤ چوٹیں جتا جتا کر



حسرتیں اتر رہی ہیں آرزوئیں شاد ہیں
 میری قسمت دیکھ کر میرا مقتدر دیکھ کر
 وہ خوشی بھی دید کے قابل ہے جب ہوتا ہے شام
 مضطرب کو مضطرب مضطرب کو مضطرب دیکھ کر

رولیف ز

مری کثرتِ گنہ کی کوئی حد نہیں رہی ہے
 نہ غمِ جذاب مجھ کو نہ غمِ حساب ہر گز
 نہ مزاجِ یار بد لانا نہ مرانصیب پلٹا
 نہیں اے فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہر گز

رولیف س

کیا بے مروت خلق ہے سب جمع ہیں بسمل کے پاس
 تہنا مرا قاتل رہا کوئی نہیں تاتل کے پاس
 نالہ ابھی نکلا نہیں لب سے کہ آپہنچا اثر
 جاتے ہیں ارباب کرم خود دوڑ کوساتل کے پاس
 رہبہر نے راہ عشق میں برسوں دیئے چتر بھے
 ظالم سے جب پوچھا کہ اب آگئے منزل کے پاس
 غریت میں عادت ہو گئی صبر انوردی کی مجھے
 کترا کے پھر جاتا ہوں میں آتا ہوں جب منزل کے پاس

رولیف ش

کسی کو گردش کعبہ کسی کو گردش دیر
 ہمیں پسند تری جلوہ گاہ کی گردش
 وہ اور بھول کے یوں میرے گھر چلے آتیں
 مگر نصیب سے لے آتی راہ کی گردش



وہی دوست ہیں وہی آشنا وہی آسمان ہے وہی زمیں
عجب اتفاق زمانہ ہے کہ بشر نہیں ہے بشر سے خوش
وہ گلی ہوا اور نظارہ ہو یہ نظارہ اور شاہزادہ ہو
کبھی شاہِ جلوۂ بام سے کبھی سیرِ روزِ نادر سے خوش
وہ تو حوریانِ بہشت ہیں کہ ہر اک فقیر سے شاہزادہ ہوں
یہ تانِ ہند ہیں زاہد و یہ حسریں ہوتے ہیں زر سے خوش

رولف ص

ہائے ساقی کا تخلص مجھ سے
اور مجھ رند نے آسمان کی حرص
فتنہ گر وہ بھی ہوتی ہے مشہور
تھی قیامت کو ترے نام کی حرص
مل گئی میری سیہ بختی میں
دیکھنا زلفِ سیہ فام کی حرص

غیر کے ڈھنگ اڑاؤ اے آغ
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

ر د ل ف ض

آتے وہ بے وفا یہاں اس کی بلا کو کیا عرض
جاتے در قبول تک میری دعا کو کیا عرض
جوش ہے اب شباب کا خاتمہ ہے حجاب کا
اس نگہ شری سے شرم دیا کو کیا عرض
اس کی گلی سے آتے کیوں نہایت زلف لائے کیوں
مجھ کو صبا سے کیا امید مجھ سے صبا کو کیا عرض

ر د ل ف ط

مطلب نکال لیتے ہیں سب حرف حرف سے
پڑھتے ہیں وہ صبح جو کہتے ہیں ہم غلط

تعلیفِ حسنِ سُن کے وہ بولے بہت بجا
مضمونِ شوقِ پڑھ کے کہا یک قسم غلط
تجھے سے یقینِ کینہ و جور و جفا بجا
چشمِ وفا و الفت و مہر و کرم غلط

رولیف ظ

قول و قسم کی شرط ملاقات کا لحاظ
انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ
دامنِ جھٹک جھٹک کے چھڑایا ہزار بار
تم کو ہوا نہ خاک مری بات کا لحاظ
دیکھو ادھر اٹھاؤ نظر ہو چکی جیب
کیا جانتا نہیں کوئی اس گھات کا لحاظ
اتر رہی ہے وصل پر انکار بھی انہیں
اس بات کا لحاظ نہ اس بات کا لحاظ



رولف ع

چھپتی ہے کب چھپاتے سے اہل کرم کی شان
 ہوتی ہے خود بخود دلِ سائل کو اطلاع
 ہم تشنہ کام بزم سے اُٹھ آئے لاکھ بار
 اس کی نہیں ہے باقی محفل کو اطلاع
 مرتا ہے کون مشق میں کس نے کیا ہے مدار
 قاتل کو اطلاع ہے ذبہل کو اطلاع

رولف غ

مانندِ گل ہیں میرے جگر میں چراغِ داغ
 پروانے دیکھتے ہیں تماشے باغِ داغ
 تاریکیِ لحد سے نہیں دل جلے کو خوف
 روشن رہے گا تابہ قیامت چراغِ داغ



رولف ف

کشتی نہ ہوتا ہا کسی نامراد کی
چلتی ہے آج صبح سے بادِ بحرِ خلاف
انہوں کو چنباہ کی صورت نہیں رہی
قسمتِ اُدھرِ خلافِ طبیعتِ اُدھرِ خلاف



کیوں نہیں تم مجھ سے میری جانِ صاف
چاہتے ان سے انسانِ صاف
خداۂ دل کی صفائی ہو گئی
پھر نہیں مجھ سے مرا ہمانِ صاف

رولف ق

مہربانی کی ایک راہ تو ہو
گرسٹلے کے ہیں ہزار طریق

خواب میں تم کو کس نے روکا ہے
 آنے جانے کے ہیں ہزار طریق
 ابھی کلمہ سن ہو تم نہیں واقف
 دل دکھانے کے ہیں ہزار طریق
 داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
 مانگ کھانے کے ہیں ہزار طریق

ردیف ک

دُعا مانگے دلِ غمگین کہاں تک
 کہوں میں دمِ بدم آئیں کہاں تک
 ترے بیمار کو آتی نہیں موت
 پڑھے جلتے کوئی نہیں کہاں تک
 تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں
 وہ دیتے ہیں مجھے تسکین کہاں تک



رولف گ

راہ میں اُن کو دھم تھا کوئی نہ بدگمان ہو
 آتے تو ساتھ ساتھ وہ مجھ سے مگر الگ الگ
 کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے
 لاتے ہیں اُس کی بزم سے یا ر خبر الگ الگ
 صبح شب وصال میں پاؤں پہ اُن کے گر پڑا
 بھنے لگے وہ ناز سے وقتِ سحر الگ الگ
 میں ہوں ادھر تو وہ ادھر میں ہوں یہاں تو وہ وہاں
 رہتے ہیں مجھ سے دُور دُور آٹھ پہر الگ الگ

رولف ل

مجھ سے زمانے کو پروردگارِ دل!
 آشفستہ دل فریفتہ دل بیقرارِ دل
 مشہور ہیں سکندر و حم کی نشانیاں
 اے داغِ چھوڑ جائیں گے ہم یادِ نگارِ دل



ہوا زمانہ پسیری عذاب میں داخل
 جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل
 کسی نے دستِ تلی سے ایسی چٹکی لی
 سکونِ دل بھی ہوا اضطراب میں داخل
 یہاں ادائے خموشی کو ہم جفا بچے
 وہاں جواب نہ دینا جواب میں داخل



بہرِ عیادت آج وہ آکر یہ کہہ گئے
 ہو زندگی عزیز جسے کیوں لگاتے دل
 جو بدِ سپہر و ظلمِ بیاں سہہ گئے بہت
 رستم وہی ہے جس نے اٹھائی چٹائیِ دل
 کہتے نہ تھے وہ سن کے برا مان جاتیں گے
 اے داغِ اُن سے اور کہو ماجراتے دل



ردیف م

قصہ صحرا ہے دل ویراں کے ساتھ
اک بیاباں لے پٹے ہیں گھر سے ہم
کیا کہیں کس سے کہیں کس کے لئے
پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم



مجبور اپنے مشیوہ شرم و حیا سے تم
ناچار اضطرابِ دل مبتلا سے ہم
یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے
اے داغِ خاک پائے رسولِ خدا سے ہم



شبِ وصال نہ پُستے بنو میا کے تم
جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم
مزا ہو شرم میں دونوں ہوں ایک بار طلب
ہمارے ساتھ چلو سنا خدا کے تم

کہیں نہ حضرت دل ہم سے تم دف کرنا
ہمارے دوست پرانے ہو اب تلکے تم

رولف ن

کیا کیا فریب دل کو دیئے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں
حوروں کا انتقال کر کے کون حشر تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں



کبھی جھکتا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
مری بے ہوشیوں سے ہوش ساتی کے بکھرتے ہیں
ابھی دیدۂ دل تو ز ٹھہرے رہ گزر ٹھہرے
بہیں حسرت گذشتی ہے کہیں صدمے گزرتے ہیں



دل بے تاب کے تڑپنے سے
 آگئی تہ جان جسم بے حس میں
 تم یہ عاشق نہ ہوں تو کس پر ہوں
 تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں
 گر کہا تم گلے سے مل جاؤ
 مل گیا زہر کون سا اس میں



جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں
 کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں
 بت وہ کافر ہیں کہ اے داغ خدا ان سے پچائے
 کون کہتا ہے یہ غارت گردیں اچھے ہیں



بھر دیں جب ادائیں اُس شوخِ سیمِ تن میں
 اک ٹیڑھ سا دوگی میں اک میدھ بانگین میں
 مطلب کی چھیڑاؤں سے پنہاں سخنِ سخن میں
 سچ یہ کہ داغِ پُر فن کیا ہے اپنے فن میں

یہ شوقِ خودِ کافی کیا کچھ جنوں سے کم تھا
 بے تاب تجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں
 یہ کیا کہ دل میں آؤ تو خاک میں ملاؤ
 رونقِ ہوا انجمن کی میٹھو جس انجمن میں



سازِ یہ کینہ ساز کیا جانیں
 نازِ ولے نیلہ کیا جانیں
 کب کبھی درد کی جب سانی کی
 شیخ صاحب ناز کیا جانیں
 جو رہِ عشق میں قدم رکھیں
 وہ نشیب و فراز کیا جانیں
 پوچھے میکشوں سے لطفِ شراب
 یہ مزا پاکباز کیا جانیں
 حضرت خضر جب شہید نہ ہوں
 لطفِ عمر دراز کیا جانیں
 جو گزرتے ہیں و آخ پر حدے
 آپ بندہ نواز کیا جانیں

الفت جتائے تو غلط جھوٹ، نادراست
 دل مانگے تو کہتے ہیں کیا، بدھڑ کہاں
 آغازِ شوق میں نہیں انجام کی خبر
 اس بہت دلی دیکھتے نکلے خبر کہاں
 مے خانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
 ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں



نائے کرنے دلِ ناکام بُرے ہوتے ہیں
 کھڑے کاموں کے انجام بُرے ہوتے ہیں
 چھیڑ مشوق سے کیجے تو ذرا قسم تم کو
 روز کے نام و پیغام بُرے ہوتے ہیں
 راہ پر حضرت زاد کو لگا ہی لاسے !
 کساح تو یہ سب مے آشام بُرے ہوتے ہیں



لگا کے باتوں میں بے آئے ہم انہیں گھر تک
 ہزار ہم پر ہوئے گویا عتاب رستے میں

وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہیں اس لئے مجھ سے
 کچھ کہے نہ یہ خزانہ خراب رستے میں



غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجئے
 یہ دشمنی کریں گے پیگانے آدمی ہیں
 کیا چور ہیں جو ہم کو دریاں تہہ راتوں کے
 کہہ دو کہ یہ توجہ نے پہچانے آدمی ہیں
 ناصح سے کوئی کہہ دے کیجئے کلام ایسا
 حضرت کو تاکہ کوئی پہچانے آدمی ہیں
 میں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت
 تم شیعہ وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہیں
 شہابش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھاتی
 جی کرتے ہیں وہی جو مروانے آدمی ہیں



میکشو مشردہ کہ گھنٹ گھنٹا تیں آئیں
 تم پہ رحمت ہوتی تو بہ پہ بلائیں آئیں

موت نے مجھ کو پکارا کہ مرے قاتل نے
 آئیے آئیے مقتول سے نہ آئیں آئیں
 کیا بڑی بات تھی باتوں میں اسے بھلانا
 نہ گئے آتے زباں پر نہ دُعائیں آئیں
 آہستہ دیکھتے ہی بیٹھ گئے تمام کدلی
 پھر کیا آہ مجھے کیوں یہ ادائیں آئیں



ہم تری بزم سے اسے یاد چلے جاتے ہیں
 لے چلے جاتے ہیں ناچار چلے جاتے ہیں
 اس کا کو چپ ہے کہ ہے عرصہ مشرب یارب
 سیکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں
 گرچہ سوسو ہیں تنافس کہ نہ جانے کوئی
 ان نگاہوں کے مگر وار چلے جاتے ہیں
 ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا راستہ
 ہم سے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں



دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شونیاں
 دو چہرہ دل دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں
 کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات
 سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں



تجربہ میں تاثیر ہو کر اے کششِ دل کچھ بھی
 تو وہ دوڑے جوتے دم بھر میں چلے آتے ہیں
 آپ حسرت میں نہ ارواں ہیں نہیں سوؤ گداز
 کس نے پھر دل مضطرب میں چلے آتے ہیں



جبرِ ساقی تری درینہ چہ کچھ حُسنِ نہ تھی
 اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں
 ایک نظارہ گلشن کی جو کس باقی ہے
 رخصت لے کنجِ قفس پھر بھی آتا ہوں میں



باغ میں ٹھل کھلے جلتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 انگلیاں سڑاٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 درخت صدمہ کو لگی ہے دل مشتاقِ جمال
 دیکھتے ہم کو بٹاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 دل و جہاں پاس سے جاتے ہیں کہ وہ جاتے ہیں
 صبر و ہوش و خرد آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں



بھائے شکوے پر صاحبِ نگاہ کیوں پھیری
 جواب دو، ہیں تم سے کلام کرتے ہیں
 تری گلی سے نکلتا ہیں قیامت ہے
 قدم قدم پر ہزاروں مقام کرتے ہیں
 وہی تو عشق کہ جو قیاس و کوہکن نے کیا
 یہ کام خوب تھا سے غلام کرتے ہیں



رازِ الفت چھپ سکا ہم سے نہ اس کے روبرو
 صاف دل کی حسرتیں منہ پر نمایاں ہو گئیں

سیکڑوں دل ہو گئے انداز پر تیرے نشان
سیکڑوں باتیں تری چتون پہ قرباں ہو گئیں
داغ اب یوسف کہاں سیلی کہاں شیریں کہاں
جو حسیں شکلیں تھیں زیرِ خاک پہناں ہو گئیں



دل کو بھلاؤں کہاں تک کہ بھلتا ہی نہیں
یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں
دن ڈھلے گئے کا وعدہ ہے کسی سے لیکن
آج یہ دن وہ قیامت ہے کہ دھلتا ہی نہیں
تیرہ بختی نہ گئی اپنی توجہ مانا ہم نے
کہ کبھی رنگ زمانے کا بدست ہی نہیں



حضرت دل آپ میں جس دھیان میں
مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں
اُس سے پوچھو تم مری آشفتمی!
زلف کہہ دے گی تباہے کان میں

دل کی قیمت اک نگو ہے اے صغم
اگے جو آئے ترے ایمان میں



اککھ پڑتی ہے کہیں پاؤں پڑتا ہے کہیں
سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں
کہے جانا بھی تو بت خانے سے ہو کر زاہد
دور اس رام سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں
اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو ب کچھ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں



کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن
مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن
گور جائے ہنس بول کے کوئی دم!
کہ نزدیک آتے ہیں رخصت کے دن
وہ راتیں وہ باتیں وہ گستاخیں غضب
جوانی میں تھے کس شہادت کے دن

یہ ہے داغ کی عرض یا مصطفیٰ

نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن



میں کہاں اور بزمِ خواب کہاں

لائی اے ہستی خراب کہاں

ان سے کہہ دی ہے آرزو دل کی

اب مری بات کا جواب کہاں

رات اور رات بھی مُجدائی کی

اب نکلتا ہے آفتاب کہاں

کعبہ و ذریعہ میں جو داغ نہیں

پھر ہے یہ خانماں خراب کہاں



جلوسِ مری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں

مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کرتے ہیں قتل وہ طلبِ مغفرت کے بعد

جو تھے دُعا کے ہاتھ وہی امتہاں کے ہیں

کیا اضطراب شوق نے مجھ کو نخل کیسے
وہ پوچھتے ہیں کیسے ارادے کہاں کے ہیں



مہر و وفا اور راحت و آرام کو رقیب
جو دردِ حفا و کاوش و خونِ جگر کو میں
تم تو وہ پارِ لبوک و رنگِ کبھی نہ آؤ
آتا تمام نہ چھپائے کبھی سے سحر کو میں
سے داغِ صبحِ حشر تھی صبحِ شب وصال
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہوں گھر کو میں



بات میری کبھی سُنی ہی نہیں
جانے وہ بُری جیسی ہی نہیں
لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کجنت تو نے پی ہی نہیں
اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

داغ کیوں تم کو بے وفابہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں



کیوں قسم کھاتے ہو ہم جو دے باز آتے ہیں
ان فوجیوں میں کہیں واقعہ راز آتے ہیں
قاتل اس شوخ کے انداز قیامت ہونگے
جس کی تصویر کو سو طرح کے ناز آتے ہیں
آپ کی بزم سے لے جاتے ہیں سو سنج و ملال
جی سے جانے کو ہم اسے بندہ نواز آتے ہیں



کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں
الہی تو نے سینوں کو کیوں کیا پیدا
کچھ ان کی ذات سے دُنیا کا انتظام نہیں



نظرِ چہرہ کے وہ یوں ہر بشر کو دیکھتے ہیں
 کسی کو یہ نہیں ثابت کدھر کو دیکھتے ہیں
 بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورتِ تصویر
 ہر ایک کو یہ گماں ہے ادھر کو دیکھتے ہیں



نغاں میں آہ میں منہ یاد میں شیون میں نالے میں
 سُنّاؤں دردِ دل طاقت اگر ہوسنے والے میں
 خبر سُن کر مرے مرنے کی وہ بولے یہ قیہوں سے
 خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
 ملے ہوئے تو نہ ملایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں
 تمہیں ہو مہاوہ کامل میں تمہیں رہتے ہو لالے میں



بڑھی تمکیں میں کچھ شوخی تو کچھ شوخی میں بے تابی
 ہوتے تم اور سے کچھ اور اکر بے قراروں میں
 وہ شرارتی ہوتی آنکھیں وہ گھبرائی ہوتی باتیں
 نکل کر گھر سے وہ گھر نہ ترا تیدواروں میں

چلک اٹھتی نہیں میری طرف کیا تھک گئیں آنکلیں
ابھی تو ہو رہی تھیں غیر سے باتیں اشاروں میں



آپ نے گھر سے نکالا ہمیں ہم جاتے ہیں
پھر نہ آئیں گے کبھی کھا کے قسم جاتے ہیں
یوں تو دم بھر نہیں آتا انہیں شوخی سے قرار
جب تصور میں وہ آتے ہیں تو کم جاتے ہیں
دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اُس بُت نے
مے کے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں



تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں
اس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں
وہ مصیبت کُسنی نہیں جاتی
جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں



دنیا میں وضع دار ہیں اور بھی تو ہیں
 معشوق اک تمہیں تو نہیں اور بھی تو ہیں
 کیا فرض ہے ملے جو یہ زاہد ہی کو ملے
 خواہانِ حور و خلد ہیں اور بھی تو ہیں
 تم نے مری خبہ بھی پوچھی چلے گئے
 غمِ خوار وقت باز پس اور بھی تو ہیں
 تم خواب میں بھی آتے تو منہ کو چھپایا
 دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں



روز اک دل میرے سینے میں خدا پیدا کھے
 اور میں ارمان اس دل میں نیا پیدا کروں
 ہتے کیوں آیا نہ صورت آفریں کو یہ خیال
 آتیں گے کس کام یہ بُت ان کو کیا پیدا کروں
 دل کو بے لے داغِ عمر جاوداں کی آرزو
 میں کہاں سے چشمِ آبِ بے آ پیدا کروں



آتا ہے مجھ کو یاد سوال وصال پر
 کہنا کسی کا ہاتھ وہ منہ پھیر کر نہیں
 بے شک مجھے ہے عشق ترا پر خدا گواہ
 جتنا ترے گمان میں ہے اس قدر نہیں



جنگ ہے ایک ایک مئے آسمان میں
 پنج رہی تھی کس کی جھوٹی جہاں میں
 جب وہ سنئے ہیں بنالیتے ہیں منہ
 مل گیا کیا زہر میرے نام میں
 ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز
 طلاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں
 کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز
 آسمان ہے مفت کے الزام میں



فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
 جہاں بیچتے ہیں نقائے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

جگلے شکوے کہاں تک ہوں گے آدھی رات تو گزری
 پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں
 وہ آنکھیں ساری فن ہیں وہ لب عینی نفس دیکھو
 مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں
 زمانہ دوستی پر ان حسینوں کی نہ اترائے
 یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں
 ہمارے آنسوؤں کی آبداری اور ہی کچھ ہے
 کہ یوں ہونے کو روشن گوہر شبنم بھی ہوتے ہیں
 طبیعت کی کچی ہرگز مثال سے نہیں ملتی
 مجھی سیدھے تہائے گیسوئے پر خم بھی ہوتے ہیں



روح کو چینِ جہوم غمِ دل بر میں نہیں
 صاحبِ خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں
 آپ کے لطف و عنایت کا بھروسہ کیا ہو
 کہ گھڑی بھر میں اگر ہے تو گھڑی بھر میں نہیں
 میں نے کیا جانئے کیوں سجدہ کیا اس بت کو
 جانتا ہوں کہ خدا اور ہے پتھر میں نہیں

غیر کے عیش سے جلتا ہے جھٹ تو اے داغ
اس کی تقدیر میں ہے تیرے مقدر میں نہیں



دن مرے ہاتے دیکھے کس دن
اے شب انتظار پھرتے ہیں
صدقے ہوتے ہیں شمعِ رواں پر
مگر پروانہ وار چسرتے ہیں
داغ کا ذکر کس کے وہ بوئے
ایسے ایسے ہزار پھرتے ہیں



گم نہ لے اپنا ٹھکانا دشمن
دوست ناواں ہیں وانا دشمن
دوست کو دوست نہ سمجھا تم نے
اور دشمن کو نہ جانا دشمن



مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں
 کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں
 کہوں حالِ دل تو کہیں اس سے حاصل
 سبھی کو خبر ہے کبھی جانتے ہیں
 نہیں جانتے اس کا انجام کیا ہے
 وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہیں



چاک ہو پردہ وحشت مجھے منظور نہیں
 ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں
 لب تک آتی تھی شکایت کہ محبت نے کہا
 دیکھ پھپھٹے گا اناموش یہ دستور نہیں
 رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہونگے
 صاف کہہ دیجئے ملنا ہمیں منظور نہیں



خدا کرے کہ مزا انتظار کا نہ ملے
 مرے سوال کا وہ دہیں جواب برسوں میں

حیا و شرم تمہاری گولہ ہے اس کی
 ہوا ہے آج کوئی کایا ب برسوں میں
 ننگا دوست سے اس کی ہوا یہ حال مرا
 کہ جیسے پنی ہو کسی نے شراب برسوں میں



خمار آلودہ آنکھیں بنی جہیں پرورد ہے سر میں
 رہے تم رات بھر بے چین کس کہنت کے گھر میں
 چلو کہے ملے گی دوست وصل صنم تم کو
 کھی کس چیز کی لے واغ ہے اللہ کے گھر میں



کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں
 اب جو دیکھا تجھے وہ ٹوٹی ہی نہیں
 ناصحوں سے کلام کون کرے
 اپنی ایسوں سے گفت گو ہی نہیں
 اس قدر ناز ہے تمہیں گویا
 کوئی دنیا میں خوب رو ہی نہیں

رکش اس کا ہو کیا گلِ فردوس
وہ نزاکت وہ رنگ وہ بو ہی نہیں

رولف و

کل تک اُس کی تلاش تھی مگر
آج ہے اپنی جستجو مجھ کو
اے حیاتِ دور روزہ لے آئی
کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو



دکھاتا مگر تہیں مدِ نظر ہے جسے روشن کو
لگایا کیوں ہے پردہ تم لگاؤ آگِ چلن کو
طیں روزِ ازل ہم غمزدوں کو نعمتیں کیا یک
دل ہے تابِ ماتم کو بفریادِ شیون کو



مارا نگاہ ناز سے پہلے جگر پہ تیر
 پھر اس پر حکم یہ ہے لب پہ نفاں نہ ہو
 تم کو مزانے کی کبھی داستانِ عشق
 جب تک ہمارے من سے یہ قصہ بیاں نہ ہو
 تہمت کسی کو ظلم کی لئے دُعا کیوں لگائیں
 شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مبراں نہ ہو



ذکرِ ناصحا ایسی دیوانی باتیں
 یہ کیا بھینچ مارا جو پتھر کسی کو
 رہے منصفی قتل تو نے کیا ہے
 وفا پر کسی کو دغا پر کسی کو
 بہت چھیزِ کرم کو پچھتاوے لگا
 ستائے نہیں بندہ پرور کسی کو



وقتِ آخر پوچھتے ہو کیا ہماری آرزو
 اشکباری ہے تنہا بقیہ ہماری آرزو

لطف حسن و عشق توجہ ہے کہ دل سے دل ملے
کچھ ہماری آرزو ہو کچھ تمہاری آرزو



پھر حسرت و ارمان و تنہا بھی نہ ہوں گے
اے یاس نہ کر بے سرو ساماں مے دل کو
یا اس بُتِ گمراہ کو لا راہ و منہ پر
یا پھیر مے اے گردِ شہِ دوراں مے دل کو



اے فلک چاہیے جی بھر کے نظارِ اہم کو
جا کے آنا نہیں دُنیا میں دو بارِ اہم کو
کبھی ایسا نہ کہنا یہ نہ اُٹھارا اہم کو
کَم نگاہی نے تری جان سے مارا اہم کو



پس لو کی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے ہیں میں
کہ ہمارا ہو تمہیں پاس تمہارا اہم کو

بھڑستی میں ہوتے کشتی طوفانی ہم
نہیں ملت ہے کہیں داغ کنار ہم کو



عرصہ حشر میں اللہ کرے غم مجھ کو
اور پھر ڈھونڈتے گھبراتے بھتے تم مجھ کو
یا سناوے مرے مطلب کی کوئی اے ناصح
یا یہ کہہ دے کہ نہیں تاب تکلم مجھ کو
سایا نشہ سے کیا تری آنکھیں کم ہیں
کہ ملے جام مجھے شیشہ بے غم مجھ کو
سکوائے مری میت پہ وہ منہ پیر کے داغ
حشر تک یاد ہے گایہ تبسم مجھ کو



اللہ رے تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو
شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو
بہل کے تڑپنے کا تماشا تو ذرا ہو
تعم تم کے چھری پھیرتے روکے جنا ہو

نہ یادِ جگر نغزائے نازِ بسبیل
 دل کش ہو کسی طرح کی ہو کوئی صدا ہو
 اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں
 تم شانِ وفا کا ان وفا جانِ وفا ہو
 مطرب سے کہو اُن کو سناتے وہ سنیں گے
 جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو



یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوحِ تربت پر
 جو ہو فرقت کی بے تابی تو یوں خوابِ گراں کیوں ہو
 غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا
 یہ پوچھا تھا کہ تم آزرہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو

ردیف ۴

- دیکھ کا بھی ہے کیا بُرا پس کا
 نہیں رہتی ذرا مترا سے آنکھ

دو دیویوں ہے مے کشی کا مزا
 جام سے لب مے تو یار سے آنکھ
 کیا بچے ناوک نظر سے دل
 چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ
 یار سے آنکھ کی ملاؤں
 نہیں ملتی ہے راز دار سے آنکھ



طور بے طور ہوتے دل کے خدا خیر کرے
 بے طرح گھات میں ہے اس بُتِ عیار کی آنکھ
 ۔ دل چرایا ہے وہ اب آنکھ ملائیں کیوں کر
 سامنے ہوتی ہے شکل سے گنہگار کی آنکھ



سب کو ہے تیری یاد کی لذت جُدا جُدا
 دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کیا تھ
 اللہ کرے کہ بندہ ہو داغ کی زباں
 تعریف آپ کی ہے اسی خوش بیاں کے ساتھ



دن گزار اب دلِ مہجور صد آفات کے ساتھ
 وہ مزے رات کے نادان گئے رات کے ساتھ
 حفظِ تسلیم ادب خلق تواضعِ تعظیم
 کتنی تکلیف ہے اے شوقِ ملاقات کے ساتھ



یار ہیں مرے ساتھ بہت حسرتِ اڑاں
 ہو وسعتِ صحرائے عدم اور زیادہ
 جب تک وہ تماشا کو کھڑے تھے لبِ ساحل
 بے تاب تھی موجِ لبِ یم اور زیادہ
 خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
 اللہ کرے حسنِ رستم اور زیادہ



محبت میں سولطف دیکھے ہیں لیکن
 مزادے گنتی ہے شکایتِ زیادہ

مریضِ محبت کی ابھی دوا کی !
 اسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ
 ابھی زمانے کو کیسا ہو گیا ہے
 محبت تو کم ہے عداوت زیادہ
 مری بندگی سے مے جُرم افزوں
 ترے قبر سے تیری رحمت زیادہ

رولیف ی

کوچہ یار کہیں پھٹتا ہے
 میں نہ ہوں گا مری تربت ہوگی
 اپنے مطلب کی تو سن لو مجھ سے
 یہ نہ جب نہ کہ شکایت ہوگی
 اب کے مینانے سے اُٹھ کر اے داغ
 کہے جاتیں گے جو وحشت ہوگی



آپ میں اور جسے اختیار
 روز دربار عام ہوتا ہے
 زیست سے تنگ ہیں نہ چھوڑیں
 دیکھو غصہ حرام ہوتا ہے
 داغ کا نام سُن کے وہ بوے
 آدمی کا یہ نام ہوتا ہے



بن گیا کعبہ وہی میرے لئے
 ہم گئی جس درد پہ پشانی مری
 تر ہوا دامن سے گل رنگ سے
 رنگ لاتی پاک دامانی مری
 آگیا داغ ان کے دل میں یہ عز و
 شکل ہے دنیا میں لامانی مری



مطلب کی کہی نہ ایک ظالم
 کیا بات ہے تیری گستاخو کی

اللہ کو کیسا جواب دوں گا
 عادت ہے بتوں سے گفتگو کی
 کچھ ضبط ہماری خاطر ہے چشم
 کچھ شرم ہماری آبرو کی



تدبیرے قسمت کی براتی نہیں جاتی
 بگڑی ہوئی تقدیر بناتی نہیں جاتی
 گرتی ہے نشیمن پر مے کوند کے جھلسی
 صیاد کے گھر آگ لگاتی نہیں جاتی
 یارب کوئی آفت تھا محبت کا پتہ لگا
 وہ آگ لگی ہے کہ بجھاتی نہیں جاتی



اشکِ خوں رنگ لاتے جاتا ہے
 داغِ اپنی جھاتے جاتا ہے
 کتنے باوضع ہے خیال اس کا
 بے کسی میں بھی آئے جاتا ہے

ناامیدی مٹاتے جاتی ہے
شوق نقشہ بھاتے جاتا ہے



سوچن اُبلتے ہیں سونا زہر سے ہیں
اے صلی علی تجھ میں کیا شان نکلتی ہے
وعدہ نہ وفا کو نا پھر اس پر یہ تاکیدیں
تا حشر ٹھہر حب و کیوں جان نکلتی ہے
دلبر ہیں ادا میں بھی دلکش ہیں جفا میں بھی
اک آن ستمگر میں ہر آن نکلتی ہے



اور کیا خاک ملے گی دلِ بسمل کی مراد
جو تماشا ہے جہاں کا وہ تماشا سنی ہے
شکوہِ ظلم پہ آؤں تو وہ خاموش ہوتے
پھر یہ بھنبھلا کے کہا کیسری رسوائی ہے



خسریچ کم مایہ سے کچھ ہم کوٹے یا نہ ٹے
 یہ بڑی دولتِ دنیا ہے کہ تُو ملتا ہے
 دیکھ چل کر مرے ساتی کی سخاوتِ زاہد
 ایک ساغر کوئی ملے لگے تو سُبوتا ہے



اے قیس گر صبا نے اُڑایا تو لطف کیا
 اٹھانہ پردہ صاحبِ محفل کے ہاتھ سے
 بدے شراب کے ہے مجھے زہر بھی قبول
 اس انجمن میں ساتی محفل کے ہاتھ سے



بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے
 ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے
 کچھ ان کے مہر و لطف نے مشہور کر دیا
 کچھ رنجش و عتاب نے رسوا کیا مجھے



بٹوں کے کوچے سے ہم دفکار ہو کے چلے
 شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
 ٹھہر گئے وہ جہاں سرد باغ تھے گویا
 اگرچہ تونسیم بہار ہو کے چلے
 کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے ہے
 کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے



طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی
 چڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائے گی
 رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں
 یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی
 نہ تھی یہ خبر ہم کو اپنی بہار
 ادھر آئے گی اور ادھر جائے گی
 دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
 گزرنی جو ہو گی گزر جائے گی



دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے
 خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے
 چار حرفِ آرزو ہی سُن لو ساری رات میں
 اور قہقہے کے لئے تو عمر ساری چاہیے



نذیکی عیشِ گذشتہ کی پھر کبھی صورت
 غلط کر گردشِ میل و نہار باقی ہے
 وہ چشمِ زار کا سنتے ہی ماجرا گھبراتے
 ابھی تو شرحِ دل بے قرار باقی ہے



کچھ بھی الفت نے تری دل میں نہ چھوڑا باقی
 رہ گئی ایک تمنا ہی تنہا باقی
 جیتے جی عشق و محبت کو مٹا دو لے داغ
 کیوں ہے بعد فنا محبت کا جھگڑا باقی



نگاہیں ان کی جادو سے قیامت ہوتی جاتی ہیں
 الہی کون سا مفت نہ سبق آموز رہتا ہے
 کبھی کچھ غم اٹھایا ہو تو جب نہیں آپ کیا جائیں
 کہ کس کس غم میں آلودہ یہ غم اندوز رہتا ہے
 تصور میں کسی کے داغ نیند آتی نہیں مجھ کو
 عجب بیدار اپنا طالع فیروز رہتا ہے



جفا کی ان باتوں نے یاد نکلی
 دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی
 - لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر
 کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی
 ابھی اتنا دار اس کا ہو چکا تھا
 ادھر دیکھو تو پھر ہم سے حیا کی
 پھر اس بت پر فدا ہیں حضرت داغ
 قسم کھاتی تھی کہ میں خدا کی



واسے دشمن ہو گیا سارا جہاں
 ہاتے رسم دوست داری اٹھ گئی
 رہ گئے لاکھوں کلیو تنہا م کے
 آنکھ جس جانب تباری اٹھ گئی
 ہم کھینچے ایسے کہ آفران کو بھی
 اب توقع ہی ہماری اٹھ گئی



چار حرفِ آرزوئے دل میں یوں تو مختصر
 مگر بڑھاؤں میں توقصّ ہے بڑھانے کے لئے
 تم سے پنج کراک و فاحصے میں اپنے آگئی
 تم نے خوبی کون سی چھوڑی زمانے کے لئے
 آگیا کچھ یاد دل ببد آیا آنسو گر پڑ
 ہم نہ روئے تھے تمہارے مٹانے کے لئے



دل کو تماموں کو تری بزم میں آنسو پوچھوں
 ہاتھ جب دل سے اٹھے دیدہ تر تک پہنچے

پس دیوارِ چین رکھ دے قفسِ اسے صیاد
میں نہ پہنچوں مرانا لگے ترسک پہنچے



گر ترے دشتِ زدہ کچھ بھی ہلائیں ہاتھ پاؤں
شورِ مشرچِ چرخ اُٹھے نالہ زنجیر سے
کچھ توقع کچھ یقیں کچھ یاس کچھ دہم و گماں
انتظارِ یار کی ہے کیفیتِ تاحسیر سے



پھوڑا ہے سائیموں نے پسِ کارواں مجھے
لے جائے دیکھے مری قسمت کہاں مجھے
پڑتی ہے آنکھ اُن کی سرِ بزمِ جب کہیں
جاتے ہیں اک نگاہ پہ سو سو گناں مجھے



راستی پر کہیں آنے کا نہیں ان کا مزاج !
اب بھلا کوئی طبیعت کی کبھی جاتی ہے

اک ترانام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھ کو
 اک مری بات کہ برسوں میں سُنی جاتی ہے
 میرا چاہا خدا نے کہیں چاہا اے داغ
 غم تو بڑھتا ہے مگر عسر گھٹی جاتی ہے



یہ کس کی نو ہے اے دل مضطر لگی ہوئی
 اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی
 تاؤس بُت کدے میں تو کبھی میں ہے ازل
 ہے یاد میرے دوست کی گھر گھر لگی ہوئی
 تھوڑی نظر گور کی لے ہم کو ساتیا
 ہے اپنی تاک جانب بے غم لگی ہوئی



۔ کہنے دیتی نہیں کچھ مزے محبت تیری
 بپہ رہ جاتی ہے آکے شکایت تیری
 دیکھنے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا
 مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری

- یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری



فتنہ اُن کے قدم سے اٹھتا ہے
ہر قدم کس ستم سے اٹھتا ہے
اس کی کانٹہ رنگ کے اٹھتے ہی
شور ویر دم سے اٹھتا ہے
ظلم تیرا اٹھاتے جاتے ہیں
جب تک اے یار ہم سے اٹھتا ہے
ہم پہ کیجے بغاوتِ آمیز
کہ ستم بھی کرم سے اٹھتا ہے



گمانِ تندرختو کیا جانے کیا ہے
ہماری آرزو کیا جانے کیا ہے
ہماری اور اُن کی دل ہی دل میں
ہمیشہ گفتگو کیا جانے کیا ہے

کہوں کیا تجھ سے ناصح لذتِ مشق
اے کم بہت تو کیا جانے کیا ہے



نکال اب تیر سینے سے کجاں پُر اُم نکالے
جو یہ نکالے تو دل نکالے جو دل نکالے تو دم نکالے -
ترنا وصل کی اک رات میں کیا اے صنم نکالے
قیامت تک یہ نکالے گر نہایت کم سے کم نکالے
ہوتے مغرور وہ جب آہ میری بے اثر دیکھی
کسی کا اس طرح یا رب نہ دنیا میں بھرم نکالے
رہ الفت میں اک سیدھا سار تمہم نے جانا تھا
مگر دیکھا تو اس رستے میں مدد ہیچ و غم نکالے
- بھوکو دم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکالے غضب نکالے ستم نکالے



ایسی باتوں سے تو بہتر ہے خوشی و اعظ
کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار بے

بوئے ہیں تیری محبت نے ہزاروں کانٹے
دل ملا ہے کہ ملا وادی پُرخربار ہے



مجرم عشق کے ارمان نرے دیکھے
جرم کا حوصلہ بڑھا ہے سزا پانے سے
فخر ہے دوست کو احوال سناؤں کیوں
نخوڑے ہوتا ہے کلیجہ مرے افسانے سے
وہی وحشت ہے وہی خار وہی ویرانہ
دشت کس بات میں اچھامے کاشانے سے
ایک چوہ میں بہت داغ بہک اٹھے تھے
آج ستے ہیں نکالے گئے میخانے سے



آتش شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے
اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے
نا ایدان وفا کا یونہییں دل رکھتے ہیں
آپ نے خاک میں جس طرح ملا رکھا ہے

- اس قدر تو ہے تراپردہ نشیں پاسِ حجاب
کہ ترے درد کو بھی دل میں چپا رکھا ہے



ہم بھی جگر کو تمام لیں دل کو سب نبھال لیں
تم تم کے رخ سے زلف چلیا اٹھاتے
ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھاتے



تم سے کیا شکوہ ہے گلہ اس سے
جس نے رسمِ وفا نکالی ہے
درد مندوں کو قتل کرتے ہو
واہ اچھی دوا نکالی ہے
نام نکلا یہاں میں پردہ نشیں
یہ کہاں کی حیا نکالی ہے



اُن کی ہم نے تہ تیغ جنا لے خالم
 اس سے بڑھ کر رو تسیم درضا کون سی ہے
 کیا کہوں گا جو کہا اس نے کہ اچھا کہتے
 بات اے داغِ محبت کے سوا کون سی ہے



رازِ الفت کا نہ ہر اک ہم نہیں سے پوچھتے
 یہ ہمیں کچھ جانتے ہیں یہ ہمیں سے پوچھتے
 میری خاموشی کا باعث پوچھتے مجھ سے نہ کچھ
 یہ حقیقت اپنی چشمِ سرِ گلین سے پوچھتے
 آپ کا حال گزشتہ میں کہوں گا ٹھیک ٹھیک
 یاد ہے مجھ کو یہ اُن نہ کہیں سے پوچھتے



تیرے انداز وہ کانٹے ہیں بُتِ ہوشِ ربا
 آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شید ہو جاتے
 آسمان سے بھی شکایت نہ کروں کیا خوب
 میرا پاؤں تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جاتے

دشمن جاں نہ بھی آپ سیما ہی سہی
دآغ نہ بخور کسی طرح سے اچھا ہو جاتے



بیشیں گے نہ خاموش ہم اے چرخِ ستم گار
تھک جاتیں گے نالوں سے تو فریاد کریں گے
نالوں سے مرے دیکھتے اب آنی قیامت
پھیڑا تھا کہ آپ بھی کیا یاد کریں گے
گزری ہے شبِ وعدہ اس اُمید میں اے دآغ
یا آئیں گے خود یا وہ مجھے یاد کریں گے



وہل کے عیش میں سب بھر کا تم بھول گئے
یاد رکھنا تھا ہیں جس کو وہ ہم بھول گئے
مشق کی راہ میں جب کافر و دیں دار آئے
سب کے سب دآغ رو در و حرم بھول گئے



کچھ کم نہ تھی خدام سے گردشِ نگاہ کی
 بیٹھے رہے وہ تو بھی تو فتنے اٹھائے
 ہاں جذبِ شوق لا اُسے بے پردہ کھینچ کر
 جاتا ہے کوئی منہ کو چھپاتے حیا کئے
 اے داغِ ہم نے ہاتھ دُعا سے اٹھائے
 تقدیر کا لے گا بغیرِ عتاب کئے



بہمِ دشمن بھی یکجا ہوں تو الفت ہو ہی جاتی ہے
 یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے
 بھرا ہے رنج کا دفتر رُکے کیوں کر دلِ مضطر
 جفا تے یا رگی اکثر شکایت ہو ہی جاتی ہے
 نجی ہے عمر بھر کس کی یہ ہے دل کی غلط فہمی
 عداوت کیا نہیں ہوتی عداوت ہو ہی جاتی ہے



وہ نگہ راہ پر نہیں آتی
 نظر آتی نظر نہیں آتی

گو طبیعت ہے اس کی ہر بات
 پر مری راہ پر نہیں آتی
 آگے آتی تھی یاد بھی تیسری
 اب کبھی بھول کر نہیں آتی



اُس روتے بے نقاب کا جلوہ ہوا نقاب
 نکلی ہے رنگ رنگ سے صورتِ حجاب کی
 جنبش میں یوں ہیں وہ لبِ نازکِ نفس کے ساتھ
 جیسے بے نسیم سے پتی گلاب کی
 غصہ نے اور رنگِ تراشوخ کر دیا
 اچھی جی بگاڑ میں صورتِ عتاب کی
 دُور پر وہ جو شہ حسن نے بے پردہ کر دیا
 ٹوٹی گھر تڑاق سے بندِ نقاب کی



بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے
 ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے

- پروانہ وہاں کو تو سب کہتے ہیں عاشق
 کیا قہر ہے تم نام ہمارا نہیں رکھتے
 اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی
 تم اس میں جو اندیشہ فردا نہیں رکھتے



سنئے ہیں خوشی بھی ہے زمانے میں کوئی چیز
 ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے
 واعظ وہ فضا کیسا ہے زمانے سے نرالی
 فردوس بھی اک باغ ہے جنت بھی مکاں ہے
 کیا پوچھتے ہو داغ کا تم ہم سے ٹھکانا
 آوارہ ہے سرگشتہ ہے کیا جانے کہاں ہے



شب وصال قیامت تھی جب کسی نے کہا
 وہ دیکھو صبح نمودار ہوتی جاتی ہے
 یہ کس غضب کی ہے آمد تری خدا کی پناہ
 نگاہ ناز سے تلوار ہوتی جاتی ہے

تمہیں نے داغِ زلے نہیں اٹھائے ستم
یوں ہی سلف سے مے یاد ہوتی جاتی ہے



جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی
مری آہ تیرے نظر ہو گئی
ستم ہو گیا رازِ دل کھل گیا
پچھاتے پچھاتے خسر ہو گئی
وہاں جھوٹے وعدے پر بھل گیا
تو قیاس یہاں کس قدر ہو گئی
یہاں صبحِ پیری سے پہلے ہی داغ
جوانی چرخِ سحر ہو گئی



اے فلکِ سماںِ مشرق ہی سہی
اپنی آنکھوں کو تماشا چاہیے
تیرے جلوے کا تو کیا کفنِ امڈ
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے



نگہِ شوق بے اثر نہ ہوتی
 تم کو پردے میں کیا نظر نہ ہوتی
 شبِ فرقت کے دیکھنے والے
 ایسے سوتے کہ پھر خبر نہ ہوتی
 کس کے جلوے نے کر دیا محبوب
 آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوتی



مُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
 ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے
 دغا شوخی شرارت بے حیائی فتنہ پروازی
 تجھے کچھ اور بھی اسے زگس ستانہ آتا ہے
 وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
 تجھے اسے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے



مرے کو پہے میں وہ کن شوخیوں سے جلا بھانپھیرے
 بٹھے بڑھ کر تھے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے
 وہی انسان پورا ہے اسی کے ہم توقعی ہیں
 بخلوں میں جو جلا ٹھہرے بڑوں میں جو بڑا ٹھہرے



منج وہ درنج ہے جس میں نہ بتوں کو بھولیں
 عیش وہ عیش ہے جس میں نہ خدا یاد رہے
 تنگ آیا تو مرے منہ سے شکایت نکلی
 لب پہ آتی ہوتی کیوں کر ستم آباد ہے



ترے وعدے کو بُت حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
 کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے
 مراد کر اُن سے جو آگیا کر جہاں میں ایک ہے باوفا
 تو کہا کہ میں نہیں جانتا مراد وہی سے سلام ہے
 وہ ستم سے ہاتھ اٹھائے کیوں دیکھی کا دل نہ دکھائے کیوں
 کوئی اس میں مری نہ جائے کیوں اسے اپنے کام سے کام ہے

ہوئیں مدّتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر
 نہ ہے تلمر بر نہ پیام بر نہ سلام ہے نہ پیام ہے



ہر بات ہے شوخ فتنہ گر کی
 شوخی سے مزاج میں نظر کی
 آنا نہ شب وصال اے مرگ
 مہماں ہے عمرات بسر کی
 کیا بات ہے خیر ہو ابھی
 رکتی ہے زبان نامہ بر کی
 کچھ صبر کئے سے بن نہ آیا
 یوں بھی تو بہت دنوں بسر کی
 اے داغ وہ لطف کیا کریں گے
 احسان کیا جفا اگر کی



شوق میں ایک فتنہ قیامت کے
 ہم گلے مل گئے قیامت کے

یاد رہ جائے گی جفا تیری
 دن گزر جائیں گے مصیبت کے
 اس نے پوچھا مزاج کیا ہے
 رنگ اب دیکھنا طبیعت کے
 کان رکھ کر اگر وہ سُسن لیتے
 بوسے یہ آداب شکایت کے



کیا تھا جُبرم و فالتِ سزا کے لئے
 ستم کے لطف اٹھاتے مزے جفا کے لئے
 بڑا مزہ ہو جو معشر میں ہم کریں شکوہ
 وہ منتوں سے کہیں چپ رہ ہو خدا کے لئے
 شیر آکھو، نگو، بقیہ سزا چتون شوخ
 تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لئے



مجنوں کا حال سن کے پریشان ہو گئے
 میری اگر سُنو گے تو اوسان جاتیں گے

روزِ جزا کا خوف دلایا تو یہ کہا
 اِن دھمکیوں کو آپ کی ہم مان جاتیں گے
 تنہا وہ کیا خیال میں میرے نہ آئیں گے
 دیکھوں کہاں تک اُن کے نگہبان جاتیں گے



دارِ دل، دارِ حجبِ نقشِ جفا، نقشِ وفا
 نہ مٹاتے سے نہیں گے یہ ابھرنے والے
 غمِ چند و گل میں دم دیا ہے بتائے ہل
 جمع میں پسند و رق وہ بھی بکھرنے والے



دل سے تو اس مزاج کا پروردگار دے
 جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
 دل اس نگاہِ ناز سے ہم نے لڑا دیا
 آگے نصیب ہے یہ ہے پروردگار دے



شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
 غیر کی ہو کے رہے یا شبِ فرقت میری
 شوق کہتا ہے ابھی عسدرِ تنایا کبے
 دل یہ کہتا ہے کہ پڑتی نہیں ہمت میری
 اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے
 ہلکے زگس کی دہن غنیمت کا حیرت میری



وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے
 قہقہے عیاں چین جہیں سے
 اُسے افسانہ غم ڈرتے ڈرتے
 سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے
 گئے ہیں اور یہ کہتے گئے ہیں
 بہل جاؤ گے اپنے ہم نشین سے
 کبھی دیکھا ہے آنا دُعا کو خوش
 چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے



ایک دن اہل کے پھر نہیں ملتے
 کس قیامت کی یہ جدائی ہے
 اے اثرِ کرنا منتظر دعا
 مانگنا سخت بے حیائی ہے
 وعدہ کرنے کا اختیار رہا
 بات کرنے میں کیسا برائی ہے



دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا بھلی
 چپا بھلی، گلاب بھلا، موتیا بھلی
 جامِ شراب ہاتھ سے ساقی نے رکھ دیا
 جب مینہ برس کے دھوپ چمن میں ذرا بھلی
 ہم تو اسیرِ دام ہیں صیادِ ہم کو کیا
 گلشن میں گر بہا بہت خوشنما بھلی



جس کے پہلو میں ہو تم اس کا نصیب اچھا ہے
 میری دانست میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے

آپ سنئے ہی نہیں ہائے مرا انداز
سوسائیسوں میں یہ احوال عجیب اچھا ہے



کس کے نالوں نے جگایا ہے تہیں ساری رات
کون تھا اس کا بت تو وہی نام ہے
داغ یہ بات وہ سن لے تو غضب ٹوٹ پڑے
کہتے پھرتے ہو جلیا ہے سرِ شام ہے



سب اس کے مقابل مرے داغ بگڑ آتے
خورشیدِ قیامت کو بھی تارے نظر آتے
کچھ رنج کا مذکور نہ اسے نام بر آتے
ایسا نہ ہو الزام اُدھر کا اُدھر آتے
تجھ سے تو ستم گر ترے ارمان ہی اچھے
تو جہا کے نہ آیا کبھی یہ سسر بھر آتے
فرصت جو ملی دفن سے پھر رنج کے تھا
ہنستے ہوئے سدا ان کے مے نوحہ گر آتے

اے داغِ گلِ غیر سے کیا بزم میں تم کو
جب دوست کہے آپ کے دشمن کہہ مارتے



اول تو رہے دور وہ نالوں سے ہمارے
پاس آئے تو گھبراتے سوالوں سے ہمارے
کیا پرہیزِ پاوشت میں لاکھوں بھی نہ ہوں گے
کانٹوں کو ٹکڑے پھیر رہے چھالوں سے ہمارے
ہر وقت نئی دُشمن ہے ہمیں تازہ تصور
جاؤ گے کہاں پنج کے خیالوں سے ہمارے
اے داغِ فلکِ دشمنِ اربابِ ہمنہ رہے
ظالم کو خبر ہونہ کمالوں سے ہمارے



کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوتے اکثر بنے
تجھ سے بن کر جب بگڑ جائے تو پہر کیوں کر بنے
گو وہ منہ آیا کہنے تادی رہیٹے تو رہے!
داغِ ان کی بزم میں دانستہ ہم اکثر بنے



ذبحا عمر گوری اس بُتِ خود مر کو بھاتے
 پھیل کر موم ہو جاتا اگر چہ سر کو بھاتے
 ہوتے ملزم ہمیں بھاکے اے حضرتِ ناصح
 سب کو کر بندہ پرور ایسے دانشور کو بھاتے



لانے گی پیچ زلفِ پریشاں نئے نئے
 یہ سادگی دکھائے گی سماں نئے نئے
 بیدار کو وہ داد کہیں ظلم کو کرم
 کیا کیا جاتے جاتے ہیں احساں نئے نئے
 لاؤں کہاں سے میں تجھے اے عالمِ شباب
 آتے ہیں یاد ہوتے وہ ارماں نئے نئے



طرزِ جنابِ سند ہے یا شیوہٴ وفا
 دردِ نون میں تم نے کون سی بات امتیاز کی

مجھ سے گہنچار کو کیا کیا عطا کیا
اسے دافع کیا ہی شان ہے پروردگار کی



کیا کیسے کس طرح سے جوانی گزر گئی
بدنام کرنے آتی تھی بدنام کر گئی
رہتی ہے کب بہار جوانی تمام عمر
مانند بوسے گل ادھر آتی اُدھر گئی



وصل کی آرزو کئے نہ بنی
نہ بنی جستجو کئے نہ بنی
شوق نے ہم کلام کر ہی دیا
اُن سے بے گفتگو کئے نہ بنی



کیا طرز کلام ہو گئی ہے
ہر بات پیہم ہو گئی ہے

آگے تو نہیں نہیں سُنی تھی
 اب تک یہ کلام ہو گئی ہے
 اب دیکھے عشقِ پائسالی
 تعریفِ حرام ہو گئی ہے



شمعِ روشن ہے ہماری آہ سے
 فو رگائے بیٹھے ہیں اللہ سے
 چلتے ہیں کیسا وہ رستہ کاٹ کر
 جب گزرتے ہیں ہماری راہ سے
 مانگ کر تجھ کو بہت نام ہوا
 مانگنا تھا اور کچھ اللہ سے



طرزِ قدسی میں کبھی شیوۂ انساں میں کبھی
 ہم ہیں اک چیز تھے اس عالمِ امکاں میں کبھی
 رنج میں رنج کا راحت میں راحت کا شریک
 خاک ساحل میں کبھی موج ہوں طوفاں میں کبھی



سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دل بے مدعا دیا تو نے
بے طلب جو ملا ، ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا ، دیا تو نے
عمر جاوید غنم کو بخشی
آب حیاں پلا دیا تو نے
نارِ نرود کو کیسا گلزار
دوست کو یوں پچا دیا تو نے
کہیں مشاق سے حجاب ہوا
کہیں پردہ اٹھا دیا تو نے
مٹ گئے دل سے نقشِ باطل ب
نقشِ اپنا بس دیا تو نے
مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

دآخ کو کون دینے والا تھا
جو دیا، اسے خدا دیا تو نے



جو رکے بعد ہے کیوں لطف یہ عادت کیا ہے
تم تلافی جو کرو اس کی ضرورت کیا ہے
آدمی کو ہے یہی گوشہ راحت کافی
گھر کرے دل میں جو انسان تو جنت کیا ہے
اس پر آتی ہے کہ جو لاکھ میں ایک اچھا ہے
مجھ کو ہے ناز کہ میری بھی طبیعت کیا ہے



ترشپنے سے دل بے تاب کوئی غم نکلتا ہے
ٹھہر جا، صبر کو، مضطر نہ ہو کیوں دم نکلتا ہے
نظر کر دیدہ مشتاق پر یاد کیو آئینہ
تجے بھی کچھ خبر ہے تجھ میں کیا عالم نکلتا ہے



فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں ہے
 بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے
 ترا وہ حسن ہے اسے شعلہ روجو تو چاہے
 بغیر شمع کے پروانہ انجمن میں ہے



زمانہ ہے خفا مجھ سے کہ تم سے
 گلے پر ہے بگلہ مجھ سے کہ تم سے
 ستم سے باز آؤ ورنہ اک دن
 یہ پوچھے گا خدا مجھ سے کہ تم سے
 چہا کیوں چاند بدلی میں شب بول
 اسے آتی یا مجھ سے کہ تم سے



کیا نزاکت ہے کہ آئیے میں
 عکس کے ساتھ کھینچا جاتا ہے
 حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں
 قافلہ ہے کہ ٹٹا جاتا ہے



اے داؤدِ حشر کل کہوں گھا
 دن کم ہے یہ داستانِ بہت ہے
 انکارِ رقیب سے بھی ہو گھا
 یہ فترہ تمہیں رواں بہت ہے
 اک کوہِ گراں ہے عشقِ لیکن
 اس کو دلِ ناتواں بہت ہے
 الفت میں نہیں ہے صبرِ نایاب
 یہ چیز مگر گراں بہت ہے
 باطن کی خبر خدا کو ہے داغ
 ظاہر میں وہ مہرباں بہت ہے



کہے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
 مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے
 حسرتِ برس رہی ہے ہمارے مزار پر
 کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے

اُردو ہے جس کا نام نہیں جانتے ہیں و آخ
ہندوستان میں دھوم ہماری نیاں کی ہے



غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کب غم ہے
کہتے ہو کچھ کہو کہوں کیا خاک
جاننا ہوں مزاج برہم ہے
گریہ بے اثر کی کچھ مد بھی
ہم ہیں اور آج چشم پر غم ہے
اک جہاں ہسداں ہوا تو کیا
مہربانی تیری مقدم ہے
آتے ہیں وہ رقیب کے گھر سے
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے
سنے ہیں و آخ کل وہ آتے تھے
بارے اب تو سلوک باہم ہے



آفتابِ داغ



یہ داغ کے کلام کا دوسرا مجموعہ ہے پہلی بار ۱۸۸۲ء
میں مطبع انوار الاخبار لکھنؤ میں چھپ کر شائع ہوا تھا
اس میں ۲۹ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی
تعداد ۷۵۲ ہے۔



ردیف ۱

اللہ سے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا
 گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا
 عالم تمام چشم حقیقت نگر بن
 منہ دیکھتا ہے آئینہ آئینہ ساز کا
 ہر چند راہ کعبہ و بت خانہ ایک ہے
 اسے راہ رو ہے کام یہاں امتیاز کا
 دنیا بھی اک ہیشت ہے اللہ سے محرم
 کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا
 رستے سے میرے قیصر و خیر کو تہ کیا
 میں ہوں غلام شاہ عراق و عجاز کا
 کونین جس کے ناز سے چکرا ہے میں داغ
 میں ہوں نیاز مند کسی بے نیاز کا



تُو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
 یا نبی خوب ہوا، خوب ہوا، خوب ہوا

شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم
 سخنِ طاب و مطلوب ہوا خوب ہوا
 اے شہنشاہِ رسلؐ، غزیرِ رسلؐ ختمِ رسلؐ
 خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
 حشر میں اتنا ماحی کا ٹھکانا ہی نہ تھا
 بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا
 داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اگلے ہاتھ
 میں گنہ گاروں سے جو محبوب ہوا خوب ہوا



عیب نہ کلا جو ہنر پیدا کیا
 ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا
 اے نہ ہکسرایۂ رنج و الم
 ہم نے جس کو عمر بھر پیدا کیا
 مدد عایہ تھا کہ ہم دیکھیں تجھے
 ورنہ کیوں نورِ نظر پیدا کیا



دل میں طالت ہو تو سب کچھ ہو سکے
 عرش تک جاتی نہیں فریاد کیا
 باعثِ گریہ نہ پوچھ اے ہم نشیں
 کیا کہوں میں آگیا تھا یاد کیا



ایک ہی رنگ میں سب سے، یہ تماشا کیا
 کوئی کیسا ہے کوئی چاہنے والا کیا
 نیند آتی ہے بڑی رات گئے آتے ہو
 سرخ آنکھوں میں بھلا نہ دھبہ کیا
 نامہ بر تو نے بھی رکھا ہے اسے پس کہا
 گات کیسی ہے پھبن کیسی ہے، نقش کیا
 خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو غلہ ہرن کریں
 لوگ کرتے ہیں بُری بات کا چہرہ چا کیا



کہاں کہاں دلِ مشتاق دیدنے یہ کہا
 وہ چسکی برقی تجھ سے وہ کوہِ طور آیا

کہیں تھی راہ نہائی، کہیں تھی راہ زنی
 کہیں سلا، کہیں میں کارواں سے دُور آیا
 اپنی اشکِ مصیبت کی آبرور کھنا
 یہ بے کسی میں، بڑے وقت پر، ضرور آیا
 بنے ہو بزم میں ساقی تو یہ خیال رہے
 کے سُورہ نہ آیا کے سُورہ آیا



غمزدہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خوں ریز
 تلواریں کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا
 چلنے کا رو دوست میں سماں نہیں بنتا
 پہنچیں تو ٹھکانا سب منزل نہیں ہوتا
 میں اور شبِ تیرہ صبحِ خطرناک
 رہبر کا پتہ سیٹھڑوں منزل نہیں ہوتا



بے مانگے دردِ عشق و غمِ جاں گزا دیا
 سب کچھ ہلکے پاس ہے اللہ کا دیا

تسیرِ مزاق داغِ تناورِ شائبِ غیر
 دل ہو جگر ہو کھلتے ہیں سب آپ کا دیا
 تھوڑی سی پی کے تھوڑے سے کا بگلہ رہا
 جب مزہ کو لگ گئی تو نہایت مزا دیا
 انسان جانتے تو نہ لکھتے وہ یہ جواب
 کیا جانے نامہ بُرنے مجھے کیا بتا دیا
 بخش گیا جو داغِ سید کا رہا دیکھنا
 جنت کہے گی آگ لگا دی جلا دیا



مشقِ تاثیر جو کرتا تو نہ پہناں ہوتا
 رنجِ میرا ترے چہرے سے نمایاں ہوتا
 کیا غضب ہے نہیں انسان کو انساں کی مدد
 ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا
 حشر کے روز تجھے پاسِ عدالت ہو گا
 بخش دیا جو یہیں جُرم تو حساں ہوتا



دل پر اضطراب نے مارا
 اسی خانہ خراب نے مارا
 یاد کرتے ہو غیہ کے شمار
 ہائے اس انتخاب نے مارا
 دیکھ کر جیلوہ غم سے ہوئی
 داغ مجھ کو حجاب نے مارا



اس کبتہ دل کو کبھی دیراں نہیں دیکھا
 اس بُت کو کب اللہ کا ہماں نہیں دیکھا
 کیا ذوق ہے کیا شوق ہے سو مرتبہ دیکھوں
 پھر بھی یہ کہوں جیلوہ جاناں نہیں دیکھا
 جو دیکھتے ہیں دیکھنے والے ترے انداز
 تو نے وہ تماشا ہی مری جاں نہیں دیکھا
 جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا
 تو نے بھی وہ اے گردشِ دوراں نہیں دیکھا
 تم کو مرے مرنے کی یہ حسرت یہ تمنا
 اچھوں کو بُری بات کا ارماں نہیں دیکھا



تُو ہے مشہور دل آزار یہ کیا
 تجھ پر آتا ہے مجھے پیار یہ کیا
 جانتا ہوں کہ مری جان ہے تُو
 اور میں جان سے بیزار یہ کیا
 تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں
 سب انہیں کہتے ہیں بیمار یہ کیا
 وحشتِ دل کے سوا الفت میں
 اور ہیں سیٹھڑوں آزار یہ کیا



روکنا دل کو کہ شوقِ زلفِ دلبرے چلا
 تھامنا مجھ کو کہ یہ سودا مرا سرے چلا
 نالہ چن کر دل کی باتیں دل سے باہرے چلا
 یہ بشارتِ یہ خبر یہ مژدہ گھر گھرے چلا
 بردھت کا ہوا اہلِ جسم کو گال
 سوتے دوزخ میں جو اپنا دامن ترے چلا

توبِ رضواں سے درِ فردوس پر جھگڑے جگتے
 جب بُتِ کافر کو میں دل میں چھپا کرے چلا
 منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی شکل سے جم
 ضعف نے اکثر بھایا، شوق اکثرے چلا



ارمانِ بصرے دل کا نہ یوں نام نکلتا
 ناکامی جاوید سے بھی کام نکلتا
 گر سلسلہ نامہ و پیغام نکلتا
 تو اے دلِ ناکام بڑا کام نکلتا
 ہوتا ہے سینوں کا یہی وقتِ نفاش
 ورنہ مہِ کامل یہ سب کچھ نکلتا
 دشمن کی ندامت نے انہیں پیار دلایا
 اے کاش مے ذمہ بھی الزام نکلتا



تصویرِ رخِ یار کو دیکھا اے دیکھا
 خودِ شیدِ پُرِ الوار کو دیکھا اے دیکھا

مشتاق سے کھل جاتے ہیں محبوب کے انداز
 جب طالب دیدار کو دیکھا اسے دیکھا
 اسے داغ اسی شوخ کے مضمون بھمے ہیں
 جس نے مرے اشعار کو دیکھا اسے دیکھا



ناامیدی تیرے صدقے اتونے دی راحت مجھے
 کم ہوا جب ایک ارماں ایک دشمن کم ہوا
 داغ پھر اس آفتِ جاں سے بڑھائی کم وراہ
 پہلے تھوڑا رنج پایا پہلے تھوڑا غم ہوا



جب جوانی کا مزاج آتا رہا
 زندگانی کا مزاج آتا رہا
 داستانِ عشق جب ٹھہری غلط
 پھر کہانی کا مزاج آتا رہا
 دوسرا کوئی نہ تجھ سا بن سکا
 نقشِ ثانی کا مزاج آتا رہا

نامہ برنے طے کتے سائے پیام
منہ زبانی کا مزاج بآ رہا



وہ جانا پھیر کر چٹون کسی کا
ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا
زمانے کے چلن سیکھے ہیں تُو نے
کسی کا دوست ہے دشمن کسی کا
کیجا تمام لوگے جب کسٹوگے
نہ سنو اتے خدا شیون کسی کا
گرے گی طور پر اک اور بجلی
چمکتا ہے رُخ روشن کسی کا



گیا ہے عرشِ معشٰی پہ شورِ نالوں کا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا
کہیں نہیں تری درگاہ کے سوا یارب
فلکِ زدوں کا ٹھکانا خراب حالوں کا

وہ پھول والوں کا میلہ وہ سیر پارہ ہے داغ
وہ روز بھرنے پر جگٹ پری جمالوں کا

رولف ب

میرے ہی دم سے مہر و وفا کا نشاں ہے اب
تجھ سا اگر نہیں ہے تو مجھ سا کہاں ہے اب
باقی ہے آدمی رات مگر اس کا کیا جواب
گھبرا کے وہ یہ کہتے ہیں وقتِ ازاں ہے اب
دیکھو زرا سی شہم نے سب کچھ مٹا دیا
وہ آنکھ 'وہ نگاہ' وہ چہنوں کہاں ہے اب

رولف ت

عالم یاس میں گھبراتے نہ انسان بہت
دلِ سلامت ہے تو حسرت بہت ارباب بہت

تم کہ بیدار کرو اور نہ شرماؤ ذرا
 ہم کہ ناکرہ گنہ اور پشیمان بہت
 سوچتے دل میں تو ہے عشق نہایت دشوار
 نہ سمجھتے تو یہی کام ہے آسان بہت
 مسرتیں لے تو چلی روح عدم کو لیکن
 اس مسافر سے چلے گا نہ یہ سامان بہت
 نہ ہوتی بات میں اے حضرت واعظ تاثیر
 یہ مسلم کہ پڑھا آپ نے قرآن بہت
 بزم احباب میں لے دایع ہمیں تو نہیں بول
 دیکھتے ہیں تجھے ہر وقت پریشان بہت

ردیف د

تیری گلی سے گو ہو صبا یا نسیم بند
 ہوگی نہ بولتے کاکلِ عنبر شمیم بند
 گواؤں کے گھر سے ہو گئے میرے ندیم بند
 دکھاتا نہیں ہے کام کسی کا کریم بند

ہوگا دمِ اخیر بھی لب پر مرے اُم
 ہوگی زبان پڑھ کے الف لام میم بند
 بے داغ اُن سے جو روحِ جفا کا گِلِ عبث
 تیرے بکے سے ہوگی نہ رسمِ قدیم بند

ردیف

جوابِ وصل نکلا آپ کے منہ سے نہیں بن کر
 شکایت بھی یہاں آتی تو لبِ پُر آفریں بن کر
 یہاں ہم بد نصیبوں کے جو حصّے میں نہیں آتی
 ابھی رہ گئی کیا خوبی قسمت وہیں بن کر



مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر
 پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر
 اس کو حسرت نہ رہی دشمنِ یہاں ہو کر
 کوئی دن دیکھ لو اے داغِ مسماں ہو کر

ہم تو اس داغ کے قاتل ہیں جو چمکے تا حشر
 دل کے پڑے میں چسپ داغ تہہ داماں ہو کر
 خیر بہتر ہے تغافل ہی سہی سن لینا
 جان پر کھیل گیا کوئی پریشاں ہو کر
 داغ تو کیسے سے جاتا ہے جو بت خانے کو
 شرم آتی نہیں کم بخت سماں ہو کر



اک پل کی زندگی بھی غنیمت ہے وار پر
 ملتے ہیں اشک خاک میں شرمگاہ کو چھوڑ کر
 پوچھا جوان سے آؤ گے کب انہس کے چپ بگڑتے
 چہرے پر اپنی زلف پریشاں کو چھوڑ کر



تم گھر سے تو نکل کوئی آیا ہے مسافر
 تم بات تو کرو کسی رنگیر سے باہر
 دربان کے جھگڑے نے بڑا کام نکالا
 گھبرا کے وہ نکلے اسی تدبیر سے باہر

اک چشمہ حیاں ہے تو اک چشمہ کوثر
دو قطرے ہیں آبِ دہشتِ شیر سے باہر



نہ دلاسا نہ تسلی، نہ تسفی، نہ وفا
دوستی اس بُتِ بد خو سے نبائیں کیوں کر
چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیوں کر
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو
پار ہوتی ہیں کیلجے کے نگاہیں کیوں کر
درد مندوں سے کہیں ضبطِ نفاں ہوتا ہے
چکے چکے ترے بیمار گراہیں کیوں کر

رولیف م

واعظ یہی نہ کہہ دے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے
دنیا میں آئیں اور رہیں پاک باز ہم

اس میں بھی کوئی بھیید ہے تم جانتے نہیں
 کہتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل کے راز ہم
 وہ دن گئے کہ داغ تھی ہر دم بتوں کی یاد
 پڑھتے ہیں پانچ وقت کی اب تو ناز ہم

رولف ن

گلے شکوے جھوٹے بھی تھے کس مزے کے
 ہم الزام و انتہا کھاتے گئے ہیں
 فرشتے بھی دیکھیں تو کھل جاتیں آنکھیں
 بشر کو وہ جلوے دکھاتے گئے ہیں



بُت کو بُت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں
 ہم بھی دیکھیں تو اسے دیکھ کے کیا کہتے ہیں
 سب بے شینیتہ نماز و ادا کہتے ہیں
 تم تو کہتے ہی نہیں کچھ اسے کیا کہتے ہیں

جو بھلے ہیں وہ بُروں کو بھی بھلاہکتے ہیں
 نہ بُرا کہتے ہیں اپنے نہ بُرا کہتے ہیں
 نہیں ملتا ہے کسی مضمون میں ہمارا مضمون
 طرز اپنا ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں



اندوہ و درو و پاس و غم و رنج اپنے پاس
 جو کچھ ہے وہ تمہاری عنایت سے کم نہیں
 کیا ماجرہ کہوں ول اتیہ و وار کا
 اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں
 یہ ناز یہ نگاہ یہ چسل بل یہ شوخیاں
 تم اس سے بھی سوا ہو قیامت سے کم نہیں



بمال کس کی ہے اے ستم گرا سکتے جو تجھ کو چار باتیں
 بھلا کیسا اعتبار تو نے ہزار منہ میں ہزار باتیں
 جو کیفیت دیکھتی ہے زاہد تو چل کے تو دیکھ میکدے میں
 بہک بہک کر مزے مزے کی سنائیں گے بادہ خوار باتیں

نگاہیں دشنام دے رہی ہیں اور اتنی پیغام دے رہی ہیں
 کبھی نہ بھولیں گے حشر تک ہم رہیں گی یہ یادگار باتیں
 بہل ہی جاتے گا دل ہمارا کہ ہجر کی شب کو رجم کھا کر
 تمہاری تصویر بول اٹھے گی، کوسے گی بے اختیار باتیں
 بُری بلا ہے یہ داغ پُر فن تم اس کو ہرگز نہ مست لگانا
 دگر نہ ڈھب پر لگا ہی لے گا سنیں اگر اسکی چار باتیں



تین ماہ و شش بجری ہوئی منزل میں رہتے ہیں
 جسے برباد کرتے ہیں اسی کے دل میں رہتے ہیں
 زمیں پر پاؤں نخواست سے نہیں رکھتے پری پسیر
 یہ گویا اس مکاں کی دوسری منزل میں بستے ہیں
 خدا رکھے سلامت جن کو ان کی موت کب آئے
 تڑپتے ٹوٹتے ہم کوچہ قاف میں رہتے ہیں
 خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
 میں اُن کے دل میں رہتا ہوں وہ مجھے مل میں رہتے ہیں
 کوئی نام و نشان پوچھے تو لے قاسد بتا دینا
 تنقلس داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں



یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں
 وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں
 کیا داغ نے کہا تھا جو ایسے بگڑ گئے
 عاشق کی بات کا تو برا مانے نہیں



پردے پردے میں قباب اچھے نہیں
 ایسے اندازِ حجاب اچھے نہیں
 اسے فلک کیا ہے زمانے کی بساط
 دُم بدم کے اقتساب اچھے نہیں
 صورت اچھی ہے تو سیرت ہے بُری
 ایسے مشوق انتخاب اچھے نہیں
 توبہ کریں ہم متے و معشوق سے
 بے مزائیں، یہ ثواب اچھے نہیں



مہربانی سے کسی شخص نے پوچھا ہے مزاج
 سخت مشکل ہے کہ حالِ دلِ مضطر نہ کہوں
 میری شامت ہے کہوں آپ کا بگڑا ہے مزاج
 اس کو بگڑا ہوا میں اپنا مقدر نہ کہوں
 دل کی تاکید ہے ہر حال میں ہو پاسِ وفا
 کیا ستم ہے کہ ستم گرو کو ستم گز نہ کہوں



راہ پر اُن کو لگاتے تو ہیں باتوں میں
 اور کھل جاتیں گے دو چار طاقاتوں میں
 ابرِ رحمت ہی پرستِ نظر آیا زاہد
 خاک اُڑتی کبھی دیکھی یہ حسدِ باتوں میں
 یارب اُس چاند سے ٹکڑے کو کہاں سے لاتوں
 روشنی جس کی ہوا ان تاروں بھری راتوں میں



نگاہِ پھیر کے عذرِ مصال کرتے ہیں
 مجھے وہ اٹنی چھری سے حلال کرتے ہیں

نہ دیکھی بغض نہ پوچھا مزاج بھی تم نے
 مریضِ غم کی یوں ہی دیکھ بھال کرتے ہیں
 ادھر تو کوئی نہیں جس سے آپ ہیں مصروف
 ادھر کو دیکھتے، ہم عرضِ حال کرتے ہیں
 ہزار کامِ مزے کے ہیں داغِ الفت میں
 جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کہتے ہیں



بھویں تندی ہیں، خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
 کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں
 اپنی کیوں نہیں اُتتی قیامت، ماجر اکیا ہے
 ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
 یہ گستاخی، یہ چھڑا بھی نہیں ہے اے دلِ ناداں
 ابھی پھر روٹھ جاتیں گے، ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں
 اثر ہے جذبِ الفت میں تو کچھ مکر آہی جباتیں گے
 ہمیں پروا نہیں، ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں
 کسی کی شامت آئے گی، کسی کی جان جائے گی
 کسی کی تاک میں وہ بامِ پر بنِ ثمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھا محفل میں اُن کا رنگ لاتے گھا
 قیامت بن کے اٹھیں گے بھوکا بن کے بیٹھے ہیں
 کوئی چھینا پڑے تو داغ کھلے چلے جائیں
 عظیم آباد میں ہم منتظرِ سداں کے بیٹھے ہیں



دردِ دل کا کوئی پہلو جو نکالوں تو کہوں
 اپنے روٹھے ہوتے دلبر کو مناؤں تو کہوں
 شبِ ہجراں میں جو کچھ اس سے ہوتی ہیں باتیں
 تیری تصویر کو سینے سے لگانوں تو کہوں
 میں ہوں بے تاب وہ بدستِ فساد ہے دراز
 دل کو تھاموں تو کہوں، ان کو سنبھالوں تو کہوں



قیامت کی تھلکی ہے تہاں رُٹے روشن ہیں
 مجھے ڈر ہے کہ دیکھو آگ لگ جاتے نہ چلن میں
 کسی کے خوف سے جی کھول کر رویا نہیں جاتا
 کہ جو آنسو ٹپکتا ہے چھپا دیتا ہوں دامن میں

غضب ہے داغ یہ دن رات یہ برسات یوں گزرے
کہاں وہ رشک گل جھولا جلاتیں جس کو سلاں میں



تیکیں تری شوخی میں تو شوخی ہے حیا میں
غمزہ ترے انداز میں اندازِ او میں
دو باتوں کی فیر یاد ہے درگاہِ خدا میں
دم آتے ترے دل میں اثر میری دعا میں
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو
ٹوٹے ہوئے ناخن گرہ بندِ قبا میں
آنکھیں ترے لمحوں سے طیں کس نے پے وصل
دو پھول سے زنگس کے بنے ہیں کفنِ پا میں

روایف و

اس نگر میں کچھ اُن سے نہ ہم بات کر کے
یہ گفتگو نہ ہو کہیں وہ گفتگو نہ ہو

وہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں
 جو دوست کا ہو دوست، عدو کا عدو نہ ہو
 - مٹی کی مورت اس سے تو لے داغ خوب ہے
 معشوق کیا جو شوخ نہ ہو، خوش گلو نہ ہو -



بات کا زخم ہے توار کے زخموں سے سوا
 کیسے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو
 جو دے بعد ہے اب صرف تسلی کیا
 اُس سے فرمائیے جس کو وہ گھڑی یاد نہ ہو
 دیکھ اے شام غریبی، وہ ماسٹر میں ہوں
 جس کا گھر بار نہ ہو، جس کو وطن یاد نہ ہو
 ہے مرے دل کی تباہی پہ تعجب کیا خوب
 آپ برباد کریں جس کو وہ برباد نہ ہو



- تم کو چپ باتوں غطا کیا ہے، بتا دو مجھ کو
 دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھ کو

تم کو تو حشر کے دن لاکھ میں پہچان لیا
 میں بھلا کون ہوں، میرا تو پتا دو مجھ کو
 مجھ کو ملتا ہی نہیں مہر و محبت کا نشان
 تم نے دیکھا ہو کسی میں توبت دو مجھ کو



ہل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو
 دو دن میں یہ مہزاج ہے آگے کو خیر ہو
 کیا اوصال کس کی تسلی کہاں کا لطف
 کچھ ہونہ ہونا بلا سے مرے دل کی خیر ہو



ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک نہ توبہ ہوگی
 کوئی دن تذکرۂ اہل وفا ہونے دو
 کیا نہ آئے گا اُسے خوف مرے قتل کے بعد
 دستِ قاتل کو ذرا وسوسہ دے جا ہونے دو



- کہتے ہیں جس کو حوزہ انساں نہیں تو ہو
 جاتی ہے جس پہ جان امری جاں نہیں تو ہو
 پہ پختہ لوگ بہت مرے دل کو اجڑ کر
 اس گھر میں اور کون ہے مہماں نہیں تو ہو -
 دل دار و دل فریب و دل آزار و دل ستاں
 لاکھوں میں ہم کہیں گے کہاں ہاں نہیں تو ہو
 کرتے ہو داغ دور سے بُت خانے کو سلام
 اپنی طرح کے ایک مسلمان نہیں تو ہو



حوروں سے کیا غرض تھی بحث بدگمان ہو
 جنت میں سے گئی تری محفل کی آرزو
 ہے قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار
 کیا جانے کوئی صاحبِ عمل کی آرزو
 پہچان لو فقیہ کی صورت سوال ہے
 تم جان لو یہ ہے برے سائل کی آرزو



رولف ی

شب وصل خد میں بسر ہو گئی
نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی
بُڑے حال سے یا بچے حال سے
تمہیں کیا ہماری بسر ہو گئی
میتسز میں خواب راحت کہاں
ذرا آنکھ چھپکی سحر ہو گئی
جفا پر وفا تو کروں سوچ لو
تمہیں مجھ سے الفت اگر ہو گئی
تسلی مجھے دے کے جاتے تو ہو
مبلا جو نوز و گدگد ہو گئی
شب وصل ایسی کھلی چاندنی
وہ گھبرا کے بوئے سحر ہو گئی



اُس سے کیا خاک ہم نشیں بنتی
بات بگڑی ہوتی نہیں بنتی

آدمی سب فرشتے بن جاتے
 آسمان پر اگر زمیں بنتی
 میری صورت بنی تو خاک بنی
 قسمت اے صورت آنسیر بنتی
 وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے
 رات بھر زلفِ عنبریں بنتی
 تو نے ایسے بگڑا ڈالے ہیں
 ایک کی ایک سے نہیں بنتی
 نہ چمکتی جو حسن کی تقدیر
 کیوں تری چاند سی جہیں بنتی



ملاتے ہو اُسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
 مری جہاں چاہنے والا بڑی شکل سے ملتا ہے
 عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہل ہستی سے
 مافز کو تو منزل کا پتا منزل سے ملتا ہے



- اس کے درمک کے مساتی ہے
 وہ ہی جاتے گا جس کی آتی ہے
 قتل کرتی ہے گفتگو ان کی
 بات میں بات کی صفاتی ہے
 بھر دیا زخم میں نمک اُس نے
 یہ دُعا گو کی مُنہ بھراتی ہے
 اے لب یا تجھ کو میری قسم
 تبھی سچی قسم بھی کھاتی ہے -



اپنا ہی عکس کیوں نہ ہو، اللہ سے حجاب
 دیکھا نہ آئے تبھی اُس نے قریب سے
 اے ناصحِ شفیق رہے کچھ تو چھیڑ چھاڑ
 ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے
 مانندِ برق مثلِ ہوا صورتِ نگاہ
 اکثر نکل گئے ہیں وہ میرے قریب سے



ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 روٹھ کر پھر سکرانا کوئی تم سے سیکھ جاتے
 کوئی سیکھے خاکساری کی روش تو ہم سکھائیں
 خاک میں دل کو ملانا کوئی تم سے سیکھ جاتے
 آتے جاتے یوں تو دیکھے ہیں ہزاروں خوش خرام
 دل میں آنا، دل سے جانا کوئی تم سے سیکھ جاتے
 دیکھ کر آئینہ اترانے کہ ہم بھی کوئی ہیں
 اپنی نظروں میں کسانا کوئی تم سے سیکھ جاتے



مرادیں مان رہا ہوں قضا کے آنے کی
 بُری گھڑی تھی دل مبتلا کے آنے کی
 تہا سے دن ہیں قیامت اٹھاتے پھرنے کے
 تہا کی عمر ہے ناز و ادا کے آنے کی
 دمِ اخیر مجھے اس کی کیا خوشی کم ہے
 کہ دیکھی چال تری مسکرا کے آنے کی



آتے ہی اُن کو ہوش قیامت بپا ہوتی
 مانگی تھیں کیوں دعائیں کہ یہ دین خدا کے
 کیوں اے ستم شمار وہ کہنا بھی یاد ہے
 تجھ سے دعا کرے تو خدا سے دعا کرے
 تجھ کو پسند آگئی دیوانگی مری
 تیری خوشی سے کام کوئی کچھ کیا کرے



پیامی کا یہ اب آئے نہ آئے
 خدا جانے جواب آئے نہ آئے
 ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام
 کھسی کے دل کو تب آئے نہ آئے
 تم آؤ جب سوار تو حسین ناز
 قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے
 شمار اپنی خطاؤں کا بتا دوں
 تمہیں شاید حساب آئے نہ آئے



مانگے جائیں گے دُعا ہوگی نہ کب تک قبول
 بے لے جو کبھی ملت نہ ہو سائل ہے وہی
 کلام دُنیا میں نکلتا نہیں آسانی سے
 جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی
 حسرتوں کی بے تباہی سے تب ہی دل میں
 جس جگہ قافلے ٹٹتے ہوں منزل ہے وہی



میری فریاد دوسرا نہ سنے
 تم سناؤ بے توجہ خدا نہ سنے
 راز اپنا کبھی کہا نہ کہے
 حال میرا کبھی سنا نہ سنے
 دوستی کیا اسی کو کہتے ہیں
 آشنا کی جو آشنا نہ سنے



حشر کے دن بھی ہو شرحِ غم تمہارے سامنے
 سب خدا کے سامنے ہوں ہم تمہارے سامنے

آہ لب پر آئے تھم تھم کر کہ تم گھبرا نہ جاؤ
 درد دل میں ہو مڑ کھم کھم تمہارے سامنے
 اب یہ بے باکی، وہ دن بھی یاد میں جب چھپ گئے
 آگیا جب کوئی نامعلوم تمہارے سامنے



پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی
 ہم بھی رسوا ہو چکے 'ان کی بھی شہرت ہو چکی
 دیکھ کر آتین آپ اپنی وہ کہنے لگے
 شکل یہ پریوں کی، یہ حوروں کی صورت ہو چکی
 ہم بدل جاتیں گے کیا قسمت بدل جائے گی کیا
 جب نہ دنیا میں ہوتی، عقبی میں راحت ہو چکی



یہ تری چشمِ نسوں گرمیوں کمال اچھا ہے
 ایک کا حال بُرا ایک کا حال اچھا ہے
 ننگِ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملے
 جو نہ پورا ہو کسی سے وہ سوال اچھا ہے

وہ عیادت کو مری آتے ہیں، لو اور سنو
 آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے
 آپ کی جس میں ہو مرضی، وہ مصیبت بہتر
 آپ کی جس میں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے
 یاد رکھا دو مجھے تم پاؤں کا ناخن اپنا
 یا یہ کہہ دو مرے ناخن سے ملال اچھا ہے
 باغِ عالم میں کوئی خاک پھلے پھولے گا
 برقِ ٹھرتی ہے اُسی پر جو نہال اچھا ہے
 ہم سے پوچھے کوئی دُنیا میں ہے کیا شے اچھی
 رنج اچھا ہے غم اچھا ہے ملال اچھا ہے



بیٹھے اور اس اُٹھے پریشاں، خفا پلے
 پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا پلے
 ہم ساتھ ہوتے تو کہا اُس نے غیر سے
 آتا ہے کون، اس سے کہو، یہ جبدا پلے
 بالیں سے میری آج وہ یہ کہہ کے اُٹھ گئے
 اس پر دوا پلے نہ کسی کی دھا پلے

رکھا دل و دماغ کو تو روک تھام کے
اس عسبرے وفا پہ مرا نور کیا پھلے



داعِ اُس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے
تیرا اللہ نگہبان کہاں جاتا ہے
وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہہ کے مناتے تھے مجھے
آؤ حضر میں ترے فتویٰ ان کہاں جاتا ہے
غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہہ کر روکا
تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے



کچھ وہ سرگرم سخن نام خدا ہونے لگے
اب خدا چاہے تو مطلب بھی ادا ہونے لگے
غیر کے مذکور پر میسر اب بگڑتا تھا جب
نہر و نہر و سنبھلو سنبھلو کیا سے کیا ہونے لگے
بخطر اب شوق کا عالم کہوں کیا اس گھڑی
جب کسی کافر کے واپس نہ رہا ہونے لگے

میہانوں کو جلاتے ہیں خوشی کے واسطے
 تم تو آتے ہی بگڑا بیٹے ٹنخا ہونے لگے
 غیر اچھا میں بڑا یوں ہی کبھی بس چپ رہو
 رفتہ رفتہ یہ نہ ہو محبت سوا ہونے لگے
 داغ میں پرچا ہی لوں گا باتوں باتوں میں نہیں
 شرط یہ ہے میرا ان کا سامنا ہونے لگے



باغِ عالم میں یہی سب پھولنے پھلنے کے لئے
 درد کیا داغ تری طرح سے جلنے کے لئے
 اپنی تصویر ہی وہ کاشش مجھے بھجوا دیں
 مشعل چاہیے کوئی تو بہسنے کے لئے
 کون سی کی نہ دوا کون سی مانگی نہ دوا
 ہم نے کیا کیا نہ کیا اپنے سنبھلنے کے لئے
 غم کی دیوار کھڑی ہو گئی دل کے اندر
 میرے ارمان ترستے ہیں نکلنے کے لئے



طُور کے پہلو میں اک بُت خانہ ایسا چاہیے
 شور اُٹھے جلوہ جانا ایسا چاہیے
 ایک قطرہ بھی نہ اے ساقی نے کم ظرف کو
 انتظام بادہ و چیمانہ ایسا چاہیے
 - دیکھ کر چاہت مری کہتے ہیں سب اہل نظر
 گل کو بکبل شمع کو پروانہ ایسا چاہیے -
 جبر پر ہو صبرِ الفت میں جفا پر ہو وفا
 تجھ کو تو اے ہمتِ مردانہ ایسا چاہیے
 اس یہانے سے دکھادیں دل کا نقشہ ہم انہیں
 ہم کو اک ٹوٹا ہوا پیانہ ایسا چاہیے
 خوب جی بھر کر سنا پہلے تو قصہ داغ کا
 پھر کہا دل تمام کرا فساد ایسا چاہیے



وصل کی شب تھے سرائے دل میں کیا کیا ذوق شوق
 صبح کے ہوتے ہی سب زحمتِ سفر ہو گئے
 حضرتِ ناصح نے پی کر مے یہ اچھی چال کی
 متب سے جا ملے دندوں کے منجر ہو گئے

دَآخِ تَمَّ اَسے تھے جِزْمِ عِشِّ میں خوش خوش ابھی
کیا ہوا کس واسطے اُسِ ردِ خاطر ہو گئے



یہ بھی طرزِ خرام ہوتی ہے
ساری دنیا تمام ہوتی ہے
صبح ہونے تو دوپہے جانا
شب کی نیتِ حرام ہوتی ہے
حرفِ مطلب کہا نہیں جاتا
بات ان سے مدام ہوتی ہے
دمِ آخر تو کچھ مری سُن لو
آج حجتِ تمام ہوتی ہے
غیرِ مبتنی براتی کرتے ہیں
وہ ہمارے ہی نام ہوتی ہے
پہلے اسے دَآخِ کچھ نہ ہوش آیا
دل کی اب روکِ تمام ہوتی ہے



اٹھتے ہیں جو عالم میں وہ مٹ جاتے ہیں فتنے
 کافر تری آنکھوں کی شرارت نہیں جاتی
 شرما کے قسم کھا کے ابھی عہد کیا تھا
 پھر ظلم کیا، آپ کی عادت نہیں جاتی
 - ہم چاہ کے بچتے ہیں اس پر وہ نشیں کو
 آنکھوں سے کسی وقت وہ صحت نہیں جاتی



نکلے عالم بالانک ایسا چاند سا چہرہ
 انہیں کافرتوں میں ایک صورت ایسی ہوتی ہے
 غضب میں جان ہے برسوں کے شکوے بھول جاتوں
 کبھی دو چار دن ان کی عنایت ایسی ہوتی ہے
 - ذرا سی بات پر لے داغ تم ان سے بگڑ بیٹھے
 اسی کا نام الفت ہے محبت ایسی ہوتی ہے



آپ کا اعتبار کون کرے
 روز کا انتقال کون کرے

تم تو ہو جان اک زمانے کی
 جان تم پر نشان کون کرے
 آفتِ روزگار جب تم ہو
 شکوۂ روزگار کون کرے
 غیر تم سے بے وفا کی
 یہ چلن اختیار کون کرے



رنج کی جب گفت گو ہونے لگی
 آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
 میری رسوائی کی نوبت آ گئی
 ان کی شہرت کو بہ کو ہونے لگی
 ہے تری تصویر کتنی بے حجاب
 ہر کسی کے رو بہ ہونے لگی



ناروا کہیے، ناسزا کہیے
 کہیے کہیے بے بُرا کہیے

پھر نہ کہنے جو مدعا کہتے
 ایک کے بعد دوسرا کہتے
 تجھ کو اچھا کہا ہے کس کس نے
 کہنے والوں کو غیر کیس کہتے
 وہ بھی سن لیں گے یہ کبھی نہ کبھی
 حال دل سب سے جا بجا کہتے
 انتہا عشق کی خدا جانے
 دم آخر کو ابتر کہتے
 صبر فرقت میں آہی جاتا ہے
 پر اسے دیر آشنا کہتے
 آگئی آپ کو سیما تانی
 مرنے والوں کو مر حبا کہتے



کوئی نہیں تو دل ہی سے باتیں ہیں رات بھر
 اللہ سے شوق حرف و حکایات کا بے
 ڈرنا کسی کا اور وہ مجبلی کا کوندنا
 موسم بہت پسند ہے برسات کا بے



گرہ جو پڑ گئی رنجش میں وہ مشکل سے نکلے گی
 نہ اُن کے دل سے نکلے گی نہ میرے دل سے نکلے گی
 مجھے آتا ہے تم پر جسمِ میسرانہ نہ کھلواؤ
 کلیجہ توڑے گی وہ دعا جو دل سے نکلے گی



نزالی ہے ادا سائے جہاں سے
 کوئی پیدا کرے تجھ سے کہاں سے
 گرے ہوتے الجھ کر آستیاں سے
 چلے آتے ہو گھبرائے کہاں سے
 شکایت راہِ الفت کی سُنے کون
 الگ چلتا ہوں پنج کر کا دِاں سے
 وہ خط لکھیں مجھے بھوٹا ہے مقصد
 خدا جانے اٹھالایا کہاں سے



گلہ کیسا کہاں کا رنج، کس کا جاں بلب ہونا
 جب اُس نے پیار سے پوچھا، تمہارا دم نکلتا ہے
 تمہیں میرے سچا ہوا، تمہیں میری تمنا ہو
 تمہیں پر جان جاتی ہے، تمہیں پر دم نکلتا ہے
 نقابِ روتے روشن سے رُخ پر نور کا جلوہ
 جو چمن چمن کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے



سرِ پٹی صدا تیں میں اُس شوخ کی سی
 اہلنی یہ جلسہ کہاں ہو رہا ہے
 بہت حسرت آتی ہے مجھ کو یہ سن کر
 کسی پر کوئی مہرباں ہو رہا ہے
 وہ حالِ طبیعت جو برسوں چھپا یا
 ہر اک شخص سے اب بیاں ہو رہا ہے
 یہ بے ہوشیاں و آغِ نیرِ خوابِ غفلت
 خبر بھی ہے جو کچھ وہاں ہو رہا ہے



ہاتے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی
 روز مشوق نیا روز ملاقات نئی
 بات کرتی نہیں بے لیتی ہے چٹکی دل میں
 یہ تو ہے آپ کی تصویر میں اک بات نئی
 ہوں گے حورانِ بہشتی کے پُر نے انداز
 آپ کی بات نئی نگہات نئی نگہات نئی
 داغِ ساجھی کوئی شاعر ہے ذرا پرح کہنا
 جس کے ہر شعر میں ترکیب نئی بات نئی



ملتے ہی بے باک تھی وہ آنکھو شرماتی ہوتی
 پھر گئی پھپھت کے چلوں تک حیا آتی ہوتی
 ہر اداس تانہ سر سے پاؤں تک چھاتی ہوتی
 اُف تیری کافر جوانی جو شس پر آتی ہوتی
 کس دل بے تاب کی یارب تماشائی ہوتی
 وہ نگاہِ شوخ کچھ پھرتی ہے گھبراتی ہوتی
 ٹوک کر رستے میں پیہ را ہی گیا اس شوخ پر
 وہ نظر حیرت زدہ وہ آنکھو شرماتی ہوتی

مہتابِ دلِ غم؎



یہ داغ کے کلام کا تیسرا مجموعہ ہے۔ ۱۸۹۲ء
میں مطبع عزیز دکن حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔
اس میں ۲۹۲ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی
مجموعی تعداد ۴۱۷ ہے۔



ردیف ۱

دونوں جہاں میں بُوئے محمدؐ ہے عطرِ مینر
 کوئین میں ہے رنگِ فقط ایک پُھول کا
 صَلّ علیٰ ! ہے نامِ محمدؐ میں کیا اثر
 درماں دلِ طیل و حُزین و ملول کا
 طاعتِ خدا کی اور اطاعتِ رسولؐ کی
 یہ ہے طریقِ دولتِ دیں کے حصول کا
 یہ داغ ہے صحابہٴ عظام کا مطہر
 یہ داغ جہاں نثار ہے آلِ رسولؐ کا



یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا
 محروم رہ نہ جاتے کل یہ غلام تیرا
 جب تک ہے دلِ بغل میں ہر دم ہو یاد تیری
 جب تک زباں ہو منہ میں جاری ہو نام تیرا

اس شاہِ انبیا کے درکاہوں میں سلامی
 آیا سلام جس کو پہنچا پیام تیرا
 ہے تو ہی دینے والا سستی سے ملے بلندی
 افضل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا
 محروم کیوں رہوں میں جی بھر کے کیوں شلوں میں
 دیتا ہے رزق سب کو ہے فیضِ مہم تیرا



اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
 یاد آتا ہے، میں ہاتے زمانہ دل کا
 نگہ یار نے کی خزانہ خرابی ایسی
 نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا
 ان حسینوں کا لڑپکین ہی رہے یا اللہ
 ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا
 بعد مدت کے یہ اسے آغِ سمجھ میں آیا
 وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا



سبب کھلایہ ہمیں اُن کے منہ چھپانے کا
 اڑانے کوئی انداز سُکرانے کا
 جھٹکتے ہیں تھم تھم کے اس خیال سے وہ
 گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا
 سماں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا
 رقیب ہی کبھی ہو آدمی ٹھکانے کا
 تمہیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ
 نہ تھا نصیب لفافہ بھی آدھ آنے کا



دودن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا
 یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں بتا
 کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈ رہے ہو
 لوصاف بتا دوں وہ مفسطہ نہیں بتا
 یارب مرے اشکوں سے نہ تاثیر جُدا ہو
 اس قافلے سے کوئی پچھڑ کر نہیں بتا



سینوں کی دف کیسی جفا کیا
 جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا
 بگڑ بیٹھے بحث ذکر عدو پر
 سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
 کبھی ترپا کے دل پر ہاتھ رکھنا
 کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا
 کہا ظالم نے سُن کر داغ کا حال
 بہت اچھے میں اُن کا پوچھنا کیا



بُرا ہے شاد کو ناشاد کرنا
 سمجھ کر سُچ کر میدا کرنا
 مرے قیاد کو اک کھیل ٹھہرا
 چننا کر دام میں آزاد کرنا
 غم دنیا دیں میں مبتلا ہوں
 مرے مولا مری امداد کرنا



ہے ساتھ ساتھ شامِ غربتی کے کچھ دھواں
 یاروں نے گھر کو آگ لگا دی وطن میں کیا
 فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز
 اس کے سوا ہے اور تیری انجمن میں کیا
 قاصد کے فیصلے سے مرے ہوش اُڑ گئے
 کیا جانے کہہ دیا اسے دیوانہ پن میں کیا
 غربت میں پوچھ لیتے ہیں بادِ صبا سے ہم
 رہتا ہے ذکرِ خیر ہمارا وطن میں کیا
 زیرِ زمیں بھی مجھ پہ قیامت پسا رہی
 فتنے کا عطر اس نے ملا تھا کفن میں کیا



تو بہ تو بہ سر تسلیم جھکایا جاتا
 ہم جو سمجھتے تھے اگر تجھ میں نہ پایا جاتا
 اسے نزاکت ترے قربان کہ وقتِ رخصت
 وہ کہیں "ہم سے تو گھر تک نہیں جایا جاتا"
 میں گنہگار نہ ہوتا جو الہی مجھ کو!
 ہر برس نامہ اعمال دکھایا جاتا

حُسن کی شان میں ہے رنگِ تلوے موسیٰ
 تو اگر آنکھ چُراتا تو دکھایا جاتا
 اٹھ کے کہے سے نہ جاتا جو صنم خانے کو
 اور پھر داغ کہاں باخُدا جاتا



کاش تو گورِ غریباں پہ مضطر پھرتا
 صبر سے ناز سے تسکیں سے ٹھہر کر پھرتا
 میرے ہی ہاتھ سے مشکل مری آساں ہوگی
 مجھ کو دیجے جو نہیں آپ سے خیر پھرتا
 بیڑیاں ڈال کے گردِ دفن نہ کرتے اسباب
 اے جنوں لاشِ ہر قبر کے اندر پھرتا
 میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا
 ڈھونڈتا مجھ کو تری بزم میں سفر پھرتا
 لطف تھا میں بھی شبِ وصل میں کہیں چُپ جاتا
 آدمی اُن کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا





تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل رُبا جاتا رہا
 دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
 جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
 جو بھروسہ تھا ہمیں وہ اکسرا جاتا رہا
 اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے
 درد برسوں نامہ بُرا آتا رہا جاتا رہا
 مرگ دشمن کا زیادہ ٹھم سے ہے مجھ کو ملال
 دشمنی کا لطف شکوے کا مزا جاتا رہا
 اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک
 رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
 کس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے
 ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
 حرص و امن گیر دنیا، مال دنیا بے ثبات
 جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا



! بے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا
 ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا -
 بزمِ دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے
 اک قیامت کا اٹھانا ہے اٹھانا تیرا
 اپنی آنکھوں میں ابھی کوئی گنتی بھلی کس
 ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا



تو نے مارا نہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا
 نام ایسا ہے مری جان زمانہ تیرا
 اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی
 تو زمانے کا عدو دوست زمانہ تیرا
 مدعیِ دیکھ ہمیں چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
 کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا



بھیج اس شوخ کی تصویرِ بخیرین کے ہاتھ
 قبر میں مجھ کو نہ رکھ بارِ حُسدِ دیا تہن

میں اسی داؤتی پُر خار میں ہوں تیز قدم
 رہ گیا مجھ کو جہاں چھوڑ کے سایا تنہا
 کون ہے کس کی زمانے میں خبر لیت ہے
 دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا
 راز داروں کو زفیقوں کو خبر کرنی تھی
 داغ تم نے تو وہاں رنگ بھمایا تنہا



بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا
 وہ کافر صنم کیب خدا ہے کسی کا
 ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایا
 مقتدر بہت نار ہے کسی کا
 مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں
 بُرا حال ہم نے سنا ہے کسی کا
 ستم ہی کئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر
 ہمیں جو درد دیکھنا ہے کسی کا
 وہ کب تک ہے گزرنے کا دشمن
 ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا

تجاہلِ تغافل سے وزویدہ نظریں
یہ کیسا دیکھنا دیکھنا ہے کسی کا



یہ کیا وعدہ رات کا پورا
تو نہیں اپنی بات کا پورا
قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں
آدمی ہو صفات کا پورا
میں چلا کس خوشی سے مقتل کو
کر کے سماں برات کا پورا
داغ تو اس شیعہ امت سے
کر بھروسہ نجات کا پورا



نور سے خالی نہیں یہ خاک واں
کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کی
ساقی و میخانہ دے ایک ہے
ہم نہ سمجھے پاک کیا ناپاک کی

صیقہ آتینہ عرفاں بنا
 کون جانے ہے یہ مثبت خاک کیا
 موت سے فنا نہ ہونا چاہیے
 دیکھو اس صیاد کی بے تاک کیا
 شوق ہو تو منزل مقصود پر
 دونوں پہنچیں ست کیا چالاک کیا
 پائے استقلال ثابت چاہیے
 کر کے گی گردشِ اسلاک کیا
 نیک ہوں اعمال تو پھر دیکھتے
 بندھ گئی اسلام کی پھر دھاک کیا
 غور سے اسے دیکھیں منکرین
 ہے جناب صاحبِ نولاک کیا



اوصد آئینہ ہے اوصدِ دل ہے
 جس کو چاہا اٹھاکے دیکھ لیا
 قابلِ آشیاں کوئی نہ ملا !
 تیرکا تیرکا اٹھ کے دیکھ لیا

تم کو ہے وصل غیر سے انکار
اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا



اوپری دل سے پیاگریہ وزاری رکھنا
آخری وقت ذرا شرم ہماری رکھنا
آئیں شہم شہم کے مرے دل کو جبر لوت کے سہ
تیغ بے آب ذرا کند کٹاری رکھنا



اس التفات پر یہ تغافل ستم ہوا
جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا
دم ٹوٹا رہا شب وعدہ تمام رات
کیا رشتہ حیات بھی تیری ستم ہوا
تیری گلے کا ایک یہ ادنیٰ نشان ہے
پیدا اسی سے حبادۂ راہِ عدم ہوا
مسجد میں اذانِ عام تو ہے میکدے میں بُوک
دُنیا کا کام دین سے بڑھ کر اہم ہوا



خاک کیا اڑائی ترے یوانوں نے
 دشت پر دشت بیاباں پر بیاباں اٹا
 تو شب وعدہ نہ کراے دل مضطرب ریلو
 پھرنے جاتے کہیں دروازے سے کہاں اٹا
 لے چلا بارگزنہ میں تو عدم کو مجبور
 اختیار اس کو ہے گر پھیر دے ساماں اٹا



تو بے بعد بھی خالی خالی
 کوئی ساغر نہیں دیکھا جاتا
 بار بار دیکھ لیا ہے اس کو
 اور اکثر نہیں دیکھا جاتا
 ہم جہاں ہیں وہیں دیکھیں گے تجھے
 ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا
 اومری نقش اٹھانے والے
 آنکھ اٹھ کر نہیں دیکھا جاتا

خط مرا چینک دیا یہ کہہ کر
ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا



دوستِ حسن ہو کہ دوستِ زر
آخر آخر زوال ہو ہی گیا
رفتہ رفتہ تمہاری چالوں سے
دل مرا پاتال ہو ہی گیا
لے کے دل یہ سمجھ لیا تم نے
اب ہمارا یہ مال ہو ہی گیا
گو برائی سے ہو مگر آخر
ان کو میرا خیال ہو ہی گیا
بچہ جی جان ان اوائل سے
وصل میں بھی وصال ہو ہی گیا
کمریار کے مضامین سے
واعِ نازک خیال ہو ہی گیا



اب دل ہے مقام بے کسی کا
 یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
 کس کس کو مزہ ہے عاشقی کا
 تم نام تو لو، بھلا کسی کا
 اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں
 کہتے نہیں مانتے کسی کا
 آغاز کو کون پوچھتا ہے
 انجام اچھا ہو آدمی کا
 کہتے ہیں اسے زبانِ اُردو!
 جس میں نہ ہو رنگِ فارسی کا
 جو دم ہے وہ ہے باغیت
 سارا سودا ہے بیٹے رچی کا



شامِ عزت کو آپ کی بانیں
 کوکس دو کوکس بھی سفر نہ کیے
 مرچے ہم تو رحم کرنے لگے
 اب جو کرتے ہو پیشتر نہ کیے

کوئی دن اور صبر کرنا تھا
دل بے تاب نے مگر نہ کیا



جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا
کہاں رہ کے تو بہنبا ہوں الہی
کہ جنت میں بھی عجب حور نکلا



زمین سے قدم عرش پرے گیا
فرشتوں سے بازی بشرے گیا
وہاں تک جو پہنچا شبِ غم کا حال
کوئی راہ چلتا خبرے گیا



وعدہ کرنے میں تو ہر بار گزارے برسوں
قتل کرنے میں کبھی تم کو تامل نہ ہوا

اہل سرِ یاد سے ہے دُھوم تیری محفل کی
 انجمن شہرِ خموشاں ہے اگر غلّ نہ ہوا
 باز آیا نہ ستم گر ستم پیہم سے
 ختم یہ سلسلہ دورِ تسلسل نہ ہوا
 یہ کہا تھا کہ نہ کرنا کبھی اُن سے شکوہ
 تجھ سے اسے دل نہ ہوا صبر و تحمل نہ ہوا



دُعا میں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں
 نہ یہ ظلم ہو گا ۔ نہ یہ جور ہو گا
 خدا جب نے کس دِلن وہ دیکھیں گے آخر
 مرا حال کب تباہ غور ہو گا
 کسی کا نہ ہو گا قیامت میں کوئی
 زمیں اور ہوگی فلک اور ہو گا
 عبرت منکر دنیا، عبرت منکر عقبی
 کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہو گا



عرش و کرسی پہ کیا خدا ملت
 آگے بڑھتے تو کچھ پت ملت
 اس جفا کا جی مزا ملت
 کوئی تجھ کو اگر بُرا ملت
 خیر سے مل کے کیا یہ تم نے
 ہم سے ملتے تو کچھ مزا ملت
 عاشقی سے ملے گا اسے زاہد
 بندگی سے نہیں خدا ملت
 اک نہ اک ہم لگاتے رکھتے ہیں
 تم نہ ملتے تو دوسرا ملت
 دوستوں سے تو کچھ نہ نکلا کام
 کوئی دشمن ہی کام کا ملت



وعدے پہ انتظار کیا، ہم نے کیا کیا
 جھوٹے کا اعتبار کیا، ہم نے کیا کیا
 ہاں ہاں ترپ ترپ کے گزری تھیں نے رات
 تم نے ہی انتظار کیا، ہم نے کیا کیا

ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا
 کس کو صلاح کار کیا، ہم نے کیا کیا
 کہہ دیں گے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف
 اچھوں کو دل نے پیار کیا، ہم نے کیا کیا



یہ مجھ سے کہنے کو ظالم سہر مزار آیا
 مرے بغیر تجھے کس طرح ستار آیا
 یہ حال تھا شبِ وعدہ کہ تباہِ راہ گزر
 ہزار بار گیا میں، ہزار بار آیا
 ہوا ملالِ جیب اُن سے تو چھا گیا اندھیر
 کہ دل میں آتے ہی آنکھوں میں بھی غبار آیا
 گزر گئے اسی گردش میں اپنے لیلِ بہار
 شبِ فراق گئی، روزِ انتظار آیا
 اُڑائے میں ملک الموت نے بھی تیرے ٹھنک
 ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا
 خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے فتیں
 مجھے نصیب ہو، مجھ کو اعتبار آیا

شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری تو یہ
پے ہوئے جو کوئی رنر یا وہ خوار آیا



بلند! مجھ سے آنکھ چڑایا نہ کیجئے
ملتی نہیں ہے دل کی طرح نظر بھی کیا
ٹٹے نہیں وہاں تو یہاں ٹھونڈ لیں گے ہم
وہ چھوڑ دیں گے گھر کی طرح رہز رہی کیا
نہ باد جوئے شیر سے مشور ہو گیا
آتا ہے کام وقت پر ادنیٰ ہنر بھی کیا
ملتے ہیں میری لاش پہ کافور کیوں عزیز
بٹ جائے گی یہ سوزشِ دل جگر بھی کیا



تہائے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وفا کریں گے، نباہیں گے بات مانیں گے
تہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا

تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
 کہو وہ تذکرہ نامتو کس کا تھا
 ہمارے خط کے تو پُر زے کے پڑ جا بھی نہیں
 سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا
 انہیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور
 جو لطف عام وہ کرتے یہ نام کس کا تھا



جواب خط کا میں شاکی نہیں، یہ تو بتا قاصد
 اُسے کس حال میں چھوڑا اُسے کس حال میں دیکھا
 ہوئے ہیں داغ کے مذہب حیران کا فرعون
 کبھی اس حال میں دیکھا، کبھی اُس حال میں دیکھا



تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا
 اسان نہ ملک بنا، بندہ نہ خد ہوتا
 تو بہتے سینوں کو گر پاس دُکھ ہوتا
 کیا جانئے کیا کرتے کیا جانئے کیا ہوتا

ساتی بری محل میں چپ رہا ہی نہیں مے کا
 اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکر خُدا ہوتا
 اچھا ہے نہیں آئے وہ دُھوپ کی گرمی میں
 قامت تو قیامت تھا سایہ بھی بُلّا ہوتا
 محل میں سُنا یا تھا افسانہ غم میں نے
 الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا



عاشقی سخت تر مصیبت ہے
 ہم کو یہ کام غم بھر میں پڑا
 نامہ بُر کا تو کچھ پتا نہ ملا
 نامہ پایا ہے رہ گزر میں پڑا
 جب چلا داغ کوئے تباہ کو
 ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا



دشنام یا دُعائیں شکایت کہ شکر تھا
 وہ منہ ہی منہ میں چلتے ہوئے کچھ تو کہہ گیا

یہ تیرہ خاکِ دال بھی ہے کاجل کی کوٹھڑی
آیا جو رو سپید یہاں رو سیہ گیا



اب ترے کوچے کی بستی کو نظر لگتی ہے
شہر اس طرح کا آباد نہ دیکھا نہ سنا
ہوتے آئے ہیں سلف سے یونہی عاشقِ ناکام
اثرِ نالہ و فخرِ یاد نہ دیکھا نہ سنا
پوچھتا ہے جو کوئی خط کا ہمارے مضمون
تو وہ کہتے ہیں کسے یاد نہ دیکھا نہ سنا
دیکھیں یوسف بھی جو حضرت کو کہیں صلّ علیٰ
آپ کا حسنِ خدا واد نہ دیکھا نہ سنا



— قابلِ دید تھیں اس وقت ادائیں اُن کی
آئینہ دیکھ کے جب مدِّ مقابل دیکھا
بزمِ انیسار میں تعریفِ مری ہوتی ہے
آج یہ طرہ تماشا مفضل دیکھا

کیا سمجھے نہیں ظاہر کی طاقت کو ہم
 دل تہہ راز نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا
 بزم اغیار کا چال بتا اسے قاصد
 تو نے کس کی طرف اُس شوخ کو مائل دیکھا



ادھر کی سدھر بھی ذرا اے پیام بر لینا
 خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا
 کبھی کبھی نکل آتی ہے جس دل بھی خراب
 بُری نہ نکلے یہ پٹی ضرور کر لینا
 ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دیکھیں گے
 تمہیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا



نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا
 کہ اپنا گھر ہے اپنا اور ہے اپنا وطن اپنا
 جو یوں ہو وصل تو مرٹ جائے سبُ نج و محن اپنا
 زباں اپنی دہن ان کا، زباں ان کی دہن اپنا

قتل جہاں اس کے لئے کھیل تھا
 کون کہے آپ نے یہ کیا کیا
 کس سے کہیں عمر گزشتہ کا حال
 کیا نہ کیا ہم نے یہاں کیا کیا
 داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین
 آپ نے کس شخص سے دعو کیا



امیدوار ہوں کرم بے حساب کا
 پیٹا ہوں ڈگد گا کے پیار شراب کا
 ساقی تو مجھ کو چاٹ لگا کر انگ ہوا
 دھو دھو کے پی رہا ہوں پیالہ شراب کا
 میں اک سوال کر کے پشیمان ہو گیا
 لچھا بسندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
 اے داغ بخشوائیں گے اُمت کے وہ گناہ
 ہے اسرار جناب رسالت مآب کا



شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی
 ابھارتا ہے اسی ہن میں مولہ دل کا
 نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
 جنابِ من! نہیں آسان مرحلہ دل کا
 کچھ اور بھی تجھے اے مُتغبات آتی ہے
 وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا



عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا
 پیچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا
 خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامن گیر
 تم نے چلتے ہوئے دامن نہ سنبھالا اپنا
 دل شکن اس نے تو دو حرف ہی لکھے تھے میں
 دفترِ شوق ہو اسب تہہ و بالا اپنا
 انتظارِ مے و ساغر ہو کہاں تک ساقی
 کہیں لبریز نہ ہو جب سے پیالا اپنا
 ہیں بُرے حال کے سب دیکھنے والے اے مُتغ
 کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا



تم گلے جب نہ ملو لطفِ ملاقات ہی کیا
 مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا -
 ہمت اسے دیدہ تر! قطرہ فشانِ کب تک
 موسلا دھار نہ برسے تو وہ برسات ہی کیا
 جا کے پی آئے وہاں آتے ہی توبہ کر لی
 اس قدر دُور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا



نامر چرچر زبانی تو بہت کرتا ہے
 دل گواہی نہیں دیتا کہ اُدھر جائے گا
 ۰ غیر کا قصہ شبِ وصل میں کیوں لے بیٹھے
 باتوں باتوں میں یوں ہی وقت گزر جائے گا
 کیوں نہ ہم روئیں مقتدر کی پریشانی کو
 کیا یہ گیسو ہے تمہارا کہ سنور جائے گا



میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا
 تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا
 رہتا نہیں ہے اپنا مقدر بھی اپنے ساتھ
 وہ بھی شریک گردشِ ایام ہو گیا
 قاصد کے ہاتھ چوم لئے میں نے بے کے خط
 یہ اک طرح کا بوسہ یہ پیغام ہو گیا۔



اس کے در پر جب لاکھوں ہوئے
 پھر بھی سنب آستان باقی رہا
 شب کو تیری جستجو میں کوہ کو
 کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا



بارِ صبا نے بھی نہ کیا اس کو بے حجاب
 بیسنے پہ ہاتھ آگئے جب شاہ کھل گیا
 ہم سے تغافل اور بے غیروں سے تاک جھانک
 تیرا قریب زگرس مستان کھل گیا

رکھا تھا ہم نے پردہ کہ اس پر کھلے نہ حال
 سب رازِ دل سناتے ہی افسانہ کھل گیا
 اس میکے سے ہم تو چلے تشنہ کام ہی
 بس ہم پھر فراق و پیار کھل گیا
 اے داغِ وقتِ مرگ ہوا امتحانِ ہمیں
 اس وقت میں رنگِ زریگاں کھل گیا



ادھر دیکھ لیں، ادھر دیکھ لیں
 کہ انکھیوں سے اس کو مگر دیکھ لیں
 فقط نبض سے حالِ ظاہر نہ ہو گا
 مرادِ بھی اے چارہ گر دیکھ لیں
 نہ دینا خطِ شوق گھبرا کے پہلے
 محلِ موقع، اے نامہ بردار دیکھ لیں
 تلافیٰ میں شوخیِ نرالی ادا تھی
 غضبِ تھاوہ منہ پھیر کر دیکھ لیں
 دیتے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے تم کو
 اے وقتِ نصرت مگر دیکھ لیں

ہمیں جان دیں گے ہمیں مر نہیں گے
 ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لیں -



تجھے نامہ بر قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا
 کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا
 ابھی سن ہی کیا ہے آئے جو انہیں قار و تکلیں
 کبھی اجتناب کرنا، کبھی انتہات کرنا
 نکل آئیں گے وہ باہر وہیں شور سن کے اے دل
 کبھی اُن کے دُرد پہ جب اگر کوئی واردات کرنا
 وہ کریم کیس نہیں بنو وہ حرم کیس نہیں ہے
 کبھی داغ بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا



شوق ہے اس کو خود شنائی کا
 اُب خدا حافظ اس خدائی کا
 اشک آنکھوں میں داغ ہے دل میں
 یہ قیحب ہے آشنائی کا

بُت کدے کی جو سیر کی، ہم نے
 کا رخ نہ ہے اک خدائی کا



کیوں نہ ہو غیر کی دُعا بقول
 وہ خُدا تے کریم ہے سب کا
 کس کو حب انوں رقیب محض میں
 ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا
 کافرِ عشق کیوں سداں ہو
 سب کو ہے پاس اپنے مذہب کا
 چاہئے والے ہوں بُرے کی بھلے
 ان کے دفتر میں نام ہے سب کا
 شکر ہے دُعا کا میاں ہوا
 حق تعالیٰ بھلا کرے سب کا



چمکے گا مراد آج جگر صُوتِ خورشید
 کیا روزِ قیامت شبِ بھراں میں نہ ہوگا

بہلاؤں کا اپنے دل ویراں سے طبیعت
 یہ دشتِ بلا کیسے زنداں میں نہ ہوگا
 اتنا تو ہوا دیدہ گریاں کی بدولت
 آباد کوئی کوچہ چاناں میں نہ ہوگا
 اپنے بھی تو بیگانے نظر آئیں گے اے داغ
 اپنا تو کوئی حشر کے میدان میں نہ ہوگا



تم کو کیسے کسی سے ملنا تھا
 دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا
 پوچھتے کیا ہو کیوں لگاتی دیر
 اک نئے آدمی سے ملنا تھا
 عید کو بھی خفا خفا ہی رہے
 آج کے دن خوشی سے ملنا تھا
 بل کے غیروں سے بزم میں یہ کہا
 ”مجھ کو آخِر سبھی سے ملنا تھا“



اسے نامہ بر اس کا نہ یہ اندازِ رقم تھا
 معلوم ہوا ادا تہ میں دشمن کے تسلیم تھا
 سننا ہوں کہ ناصح کی زباں بند ہوئی ہے
 ہر روز کی جھک جھک سے مراناں میں دم تھا
 معشوقِ فلک، غیر شبِ غم، دلِ بیتاب
 تازیست مرے حال پہ کس کس کا کرم تھا -

ردیف ب

- پھر کیاں جائیں گے جنت میں اگر جی نہ لگا
 ہے طبیعت بہت آزاد ہماری یارب -
 اُن کے آنے سے اُبل پشیر آتی افسوس
 کیا بُرے وقت ہوئی یاد ہماری یارب



- دلِ ناکام کے ہیں کام خراب
 کر یا عاشقی میں نام خراب -

زلف ہے چور چشم یار شیر
 حسن کا ہے سب انتظام خراب
 وہ بھی ساقی بے نہیں دیتا
 وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جسم خراب
 کیا بلا ہم کو زندگی کے سوا
 وہ بھی دشوار نامت جسم خراب
 واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
 خوب رو ہو کے یہ کلام خراب

ردیف پ

کیا سبب شاد ہے بشاش ہے جی آپ ہی آپ
 چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ
 ابھی آتی بھی نہیں کوچہ دل بر سے صبا
 بھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ
 میں بڑے یار منہ انوش جناب زاہد
 جا کے مے خانے میں چوری سے جو پی آپ ہی آپ

- ہم نشیں بھی تو نہیں ہجر میں دل کیا پہلے
 باتیں کر لیتے ہیں دو چار گھڑی آپ ہی آپ
 سوچتے ہیں کہیں تدبیر بھی قسمت دے
 کہ نکل جاتے ہیں ارمانِ دلی آپ ہی آپ
 کچھ تو فرمایا ہے اس بد مزگی کا باعث
 آپ ہی آپ ہے رخسارِ خفگی آپ ہی آپ
 کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور
 کبھی وہ انجمن آ رہے کبھی آپ ہی آپ
 - دل لگی آگ ہے اے داغِ خیرِ لوحِ سلمی
 جو رنگائے سے لگی کب وہ بھی آپ ہی آپ

ردیف ت

بزمِ دشمن میں نہ کھلتا گلِ تر کی صورت
 جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت
 نہ مٹانے سے مٹی فتنہ و شر کی صورت
 نظر آتی نہیں اب کوئی گند کی صورت

اس کو دیکھے کوئی محل میں یہ کس کی طاقت
 ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت
 خوابِ راحت سے جواٹھے میں وہ کھر پڑتے
 نظر آتی ہے کسی پاک نظر کی صورت
 آتے تھے گھر میں مرے آگ بولا بن کر
 ٹھنڈے ٹھنڈے وہ گئے بادِ سحر کی صورت
 آپ نے کی ہیں بحثِ شرم سے خمی آنکھیں
 چُجھ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت
 درو دیوار کا جب وہ نہیں دیکھا جاتا
 ان کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت



وہ عہد کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری
 اک نظر ہے سوئے دشمن اک نظر ہے سُنے دوست
 اے جہا تو ہی اٹھائے چل ذرا وقتِ خدام
 قدِ آدم سے زیادہ بڑھ گئے گیسوئے دوست
 غیر کے نقشِ قدم اے داغِ رہبر ہو گئے
 مٹنے والوں نے بتایا ہے نشانِ کوئے دوست



حالِ دل کس کے یہ جواب ملا
 اب نہ ہوگی بری مہربانی بات
 حالِ بہرہ کر پٹ گیا قاصد
 خوب بجزئی ہوئی سنواری بات
 ٹوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو
 تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

رولیف ج

میرا جہد مزاج ہے ان کا جہد مزاج
 پھر کس طرح سے ایک ہوا چھا بُرا مزاج
 دیکھا نہ اس قدر کسی مشوق کا حضور
 اللہ کیا دماغ ہے، اللہ کی مزاج
 نا اتفاقیاں تھیں پیامِ سلام تک
 جب مل گئی نظر سے نظر، مل گیا مزاج

کل اُن کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی
 بدلی ہوئی نگاہ تھی ، بدلا ہوا مزاج
 اُن کو بغیر پھیٹر کئے چہیں ہی نہیں
 کتنی شریر طبع ہے ، کیسا چلبلا مزاج
 پسح ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
 اک داغ کا مزاج ہے اک آپ کا مزاج



جائے آسودگی کہاں ہے آج
 جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج
 میں بھی باتا ہوں ساتھ غیروں کے
 دوست دشمن کا امتحاں ہے آج
 کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو !
 کس لوگو یا مری زباں ہے آج
 اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر
 دل نشیں داغ کا نشان ہے آج



ردیف ح

یسا ہے آدمی ہی سے تو آدمی صلاح
 میری وہی صلاح ہے جو آپ کی صلاح
 میں پوچھتا ہوں آپ سے اُلفت کے باب میں
 دیجے خُدا کے واسطے اچھی کوئی صلاح
 دل کو صلاح کا رستہ کر ہوئے خراب
 دشمن وہی ہے دے جو بُری بات کی صلاح
 وہ دوست ہے مشیر جتنا ہے جو وقت پر
 یہ مشورہ خلاف ہے یہ ہے بُری صلاح
 عادت میں فرق پڑے بُدا وضع مختلف
 اے پسند گو ملے گی نہ میری تیری صلاح
 مشاق تیغ ناز ہوں لوں کس سے مشورہ
 دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح



صد شکر خوب حُسنِ پسِل و نہار ہیں
 زلفِ پری ہے شام تو خُدا، یارِ صبح
 - گزری ہے باتوں باتوں میں آجی شبِصال
 میرے حضورِ شام ہے اُن کے حضورِ صبح
 میں نے شبِ فراق یہ کہہ کر گزار دی !
 وہ آئی ہے وہ آئی، دلِ ناصبوحِ صبح

رولیف خ

بڑی چشم ہے بلا کی شوخ
 شوخ بھی اور انتہا کی شوخ
 ہر نگہ تیری انتہا کی شیر
 ہر ادائیہی انتہا کی شوخ
 تیری تحریر انتہا کی متین
 تیری تقریر انتہا کی شوخ
 کیا ٹھکانا تیری طبیعت کا
 رستہ میں ہے انتہا کی شوخ

بیخ اُٹے مندیب اگر سُنے
 گفست گو میرے دل رُبا کی شوخ
 جو سرشتے سے بھی نہ باز آئے
 ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ

ردیف د

خُداوے تو دے آرزوئے محمدؐ
 کریں چشم و دل جستہ تے محمدؐ
 خوشی سے اہل بیتیں تسنیم و کوثر
 جو میل جاتے آبِ وضوئے محمدؐ
 کہوں کیوں نہ ہر یادِ صلّٰی علیٰ میں
 تصور میں پیرِ مہر ہے رُوئے محمدؐ
 بنیں دستِ مرثا گاہِ پائوں یارب
 کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ
 بھریں خضر بھی سدا منے جس کے پانی
 زبے عزّت و آبروئے محمدؐ

اپنی نہ ہو داغ کا بال بیکا
رگ جہاں بنے تار ہوئے محمدؐ



نہ ہو مہرباں ہو کے نامہرباں
عداوت بُری ہے محبت کے بعد
ٹریں گے وہ حوروں سے فردوس میں
یہ قفس اُٹھے گا قیامت کے بعد
مرے حال پر حرم آہی گیا
وہ چل کر پٹ آئے نصرت کے بعد
مجھے منہ لگا کر نہ دل سے آثار
کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد
ترپنا نہ دیکھا گیا داغ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد



اے وعدہ فراموش رہی تجھ کو جفا یاد
یہ بھول بھی کیا بھول ہے یریا و بھی کیا یاد

تھا اور دُزیاں نعم و قیاب شبِ فرقت
 آتا ہے بُرے وقت میں بندے کو خُدا یاد
 جو رنج اُٹھائے ہیں وہ بھوئے نہیں جاتے
 غمِ دل سے سوا یاد ہے، دلِ تم سے سوا یاد
 وہ سُنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی
 فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد
 چھٹا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانگین اس کا
 ترچھی سی نگہ یاد ہے، برچھی سی اُدا یاد
 بندے سے ہے کیوں پریش اعمالِ الٰہی
 انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد
 مرنے والوں مگر خیر منسا نہیں اپنی
 کرتا ہوں اُسی کے لئے جو جو ہے دُعا یاد -

ردیف

چ رہ گرتے ہیں کیوں تیر پر
 چھوڑ دیں مجھ کو مری تیر پر

اس نگاہِ امتحان کو دیکھنا
 ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
 شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں
 تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر
 شوخی الف ناطک لائے گی رنگ
 آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پر
 داغِ پسِ بے جو خدا چاہے کسے
 آدمی کا بس نہیں تقدیر پر



حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر
 اس کو دے ڈالو خدا کے نام پر
 کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو
 ہم چلے آتے ہیں جس پیغام پر
 جان کر ہوں مبتلا تو کیا علاج
 تھی نظرِ آغاز سے انجم پر





شامت مری دل اُن کو دکھایا نکال کر
 چلتے ہوئے وجیب میں چُپکے سے ڈال کر
 اُفت کی ہم بلا میں پھنسے دیکھ بُبال کر
 دل کو غضب میں ڈال دیا آنکھ ڈال کر
 مجھ کو دیا ہے گرچ لبِ یار نے جواب
 آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں دوبارہ سوال کر



اتنے سے دل میں ایک زمانہ کی خواہشیں
 بھولا ہوا ہوں زندگی مستعار پر
 ہوتا ہے سب کا ایک شائے میں فیصلہ
 وہ چشمِ شوخ بند نہیں ہے ہزار پر
 تم کو تو آرزو کی خلیج بھی نہیں ہوتی
 کیا جانو کیا گزرتی ہے اُمیدوار پر
 اُمید اس کی ذات سے اسے داغ چاہیے
 سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر



حشر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان ہے
 کچھ بنادیں گے نشان اپنے طلب نگاروں پر
 داغ کا عشق بھی دُنيا سے بڑا لادیکھا
 دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر



میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
 بندہ پرور منصفی کرنا خد کو دیکھ کر
 دل لگانا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھ کر
 آشنا کو دیکھا کرنا آشنا کو دیکھ کر
 میں نے پوچھا تھا ملو گئے تیرے کو تم یار ات کو
 مسکراتے اپنی وہ زلفِ دو تار کو دیکھ کر
 دل رُبا ہے شرم بھی شرم بھی لکھ لکھ کوئوں
 اس ادا کو دیکھ کر یا اس ادا کو دیکھ کر



رولیف ز

کیا مجھ کو مے مستان چلا جانے مقتل
 دیکھو تو ذرا عاشق جاں باز کا انداز
 تم باتیں کر دو گے دل مرثہ کو زندہ
 ہونٹوں سے ٹپکتا ہے مہ اعجاز کا انداز
 اسے دماغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
 ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز

رولیف س

چہ رنہ زخمِ محبت کیا کروں یہ نثر ہے
 رکھ لیا تیرا لب بھی چراغ نے مرہم کے پاس
 نقدِ دل رکھ کر گرہ میں ہو گیا ہے مال دار
 اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پر خیم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کیجئے انھائے راز
 رہ گیا آ آ کے دامن دیدہ پر نعم کے پاس



بُرسوں رہا ہوں میں کسی نازک بدن کے پاس
 کیا جی لگے نہالِ گل ویا سن کے پاس
 اے بے کسی رہے گی نہ بے پردہ اپنی لاکش
 میت خود اڑ کے جائے گی گور و کفن کے پاس
 ویراں پڑا ہے دل تو کلیجہ بے داغ دار
 جھگل لگا ہوا ہے ہما سے چمن کے پاس
 غربت سے ہم پھریں تو کہیں پھر پٹ نہ جائیں
 اجاب کچھ نشان بنادیں وطن کے پاس
 جتنا تھا شوق بوسے کا اتنا ہی خوف تھا
 جا جا کے رہ گیا دہن اس کے دہن کے پاس
 ہوتی ہے اس کے منہ کی بھی ہر بات دل شکن
 ناصح رہا ہے کیا بست پھیاں شکن کے پاس



ردیف ش

مجد کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش
 نامہ بر کو ہے اُن کے گھر کی تلاش
 طالبِ وصل ہم وہ درپے قتل
 ہے برابر ادھر ادھر کی تلاش
 یہ خراب خبر اب کرتا ہے
 نہ کہے کوئی سیم و زر کی تلاش
 ڈھونڈ لیتی ہے لاکھ میں یکیت
 کوئی دیکھے مری نظر کی تلاش

ردیف ص

کرتے ہیں وہ ہزار بار ستم
 اور مجھوے سے ایک بار اخلاص

وہ جھڑکتے ہیں بار بار ہمیں
 ہم جھٹلاتے ہیں بار بار اخلاص
 اُن سے بیگانہ وار رہنا تھا
 نہ ہوا ہم کو سزا گارا اخلاص
 داغ ان دلبرانِ پُر فن سے
 نہ کرے کوئی زہن سارا اخلاص



غیر سے ملتے ہو چُپ کر یہ کھلا ہے ہم پر
 واہ بس دیکھ لیا ہم نے تمہارا اخلاص
 قیسری بات وہ کیا ہے جو وہ منظور کریں
 نہ گوارا نہیں رہنمائی گوارا اخلاص
 تم تو نادان ہو انکار کئے جاتے ہو
 وصل سے اور بھی بڑھ جاتے گا دفنا اخلاص
 مجھ سے ملنا ہے اگر ملیے خلوصِ دل سے
 آپ ظاہر کا جتاتے ہیں کیا اخلاص



رولیف ض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
 کیوں دل جلاتیں برقِ تبسم سے کیا غرض
 معشوق سے اُمیدِ کرم و آغِ خیر ہے
 اس بندہٴ خدا کو تر تم سے کیا غرض

رولیف ط

اشکِ غماز ہو تو کیسے کیے
 ہے محبت میں رازداری شرط
 دلِ رباؤں کو ہے جفا لازم
 دلِ فگاروں کو ہے فراری شرط
 جوشِ رحمت کے واسطے زاہد
 ہے ذرا سی گناہ گاری شرط

ردیف غ

دیکھ کر وہ عارضِ رنگیں ہے یوں دلِ باغِ باغ
 جیسے ہوں نظارۂ گل سے عتِ دلِ باغِ باغ
 کیا کہوں اے ہم نشیں اس بزمِ رنگیں کی بہار
 زیبِ محفل تھا وہ گلِ رواہلِ محفلِ باغِ باغ
 پھر نہ پائے گی قیامت تک یہ اپنا آسٹیاں
 عندِ زیبِ اس طرح کیوں پھرتی ہے غافلِ باغ
 اُس کی خوشبو جب کسی گل میں نہ پائی آپ نے
 پھر جنابِ دآغ کیا پھرنے سے حاصلِ باغِ باغ

ردیف ف

کافروہ زلفِ پرشکن ایک اس طرف ایک اُس طرف
 پھر اس چشمِ سحر فن، ایک اس طرف ایک اُس طرف

ایک دن اور بھی مہمان کی خاطر کروں
 کاش رخصت ہو مری جانِ حزیں آج سے کل
 ہم کو ایک ایک گزرتی ہے قیامت کی گھڑی
 اُن کے نزدیک کچھ بات نہیں آج سے کل
 دم بدم ہم نے زمانے کا تنزل دیکھا
 ہمیں کہتے ہیں کہ اچھے تھے ہمیں آج سے کل
 خود نائی کے لیے وعدہ فر دیا کیا
 کیا بدل جائے گا وہ پردہ نشیں آج سے کل
 خوب رویوں کو نہیں کچھ غم نہوائے داغ
 ہوں گے مفرور زیادہ یہ حسیں آج سے کل



مزدے گیا ہے شبابِ اول
 ملے خوب رُوانِ شبابِ اول
 وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے
 کرمِ آخرِ آخرِ عتابِ اول
 انہیں سے پھر آخر کو کھل کھلتے ہیں
 وہ کرتے ہیں جن سے حجابِ اول

قطرہ

وہ پیغام بُر کی مدارِ استہیسم
 وہ رسمِ سوال و جوابِ اولِ اول
 وہ سیرِ حرمِ وہ تماشاے دریا
 وہ لطفِ شبِ ماہِ تابِ اولِ اول
 وہ گلیوں میں اتوں کو چھپ چھپ کے جانا
 وہ یاروں سے کچھ کچھ حجابِ دلِ اول
 وہ پہلے پہلِ دلِ لگانا کسی سے
 وہ کچھ شوق کا اضطرابِ اولِ اول
 ہوتی راغِ اب ان کی تعبیر الٹی
 نظر آئے جو ہم کو خوابِ اولِ اول



کھٹکانہ ہو تو عیش سے گزے کوئی گھسٹری
 رہتا ہے بزمِ یار میں ہر بات کا خیال
 ماہِ صیام بھی اسی موسم میں آگیا
 رندوں کو اس سے بڑھ کے ہے برسات کا خیال

رنجش بھی ہو تو دل کی تسلی کے واسطے
 کرتا ہوں ان کے لطف و عنایات کا خیال
 اسے داغ جو کہا ہے اسے کر دکھائیں گے
 انسان کیا وہ جس کو نہ ہو ہر بات کا خیال

ردیف م

دیار قیہوں کو تم نے پیام 'نام بنام
 مری طرف سے بھی پہنچے سلام 'نام بنام
 ستم رسیدوں میں لکھے گئے ہیں روزِ ازل
 تمہارے چاہنے والے تمام 'نام بنام
 تمہاری چال کو طاؤس و کبک کیا پہنچیں
 جدِ اجداد ہے اے خدام 'نام بنام



حاصل اعمال ہیں خُلد و سقر
 وہ بھی پھل پاتے ہیں جو بوتے ہیں ہم

ردیف ن

اور کیا دماغ کے اشعار اثر کرتے ہیں
 گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں
 غیر کے سامنے یوں ہوتے ہیں شکوے مجھ سے
 دیکھتے ہیں وہ ادھر بات ادھر کرتے ہیں
 دیکھ کر دُور سے درباں نے مجھے للکارا
 نہ کہا یہ کہ ٹھہر جاؤ خبر کرتے ہیں
 تھک گئے نامہ اعمال کو کھتے کھتے
 کیا فرشتوں کا بُرا حال بشر کرتے ہیں
 ایک تو نشہ اس چشما کی لگیں
 ہوش اُڑتے ہیں جدھر کو وہ نظر کرتے ہیں
 حضرت دماغ کو دلی کی ہوا خوب لگی
 رات دن میٹھ ہے مجلسوں میں بسر کرتے ہیں



عذر دے میں بھی ہے اور بکاتے بھی نہیں
 باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں
 منتظر ہیں دمِ رخصت کہ یہ مرجائے تو جا میں
 پھر یہ احسان کہ ہم چھوڑ کے جاتے بھی نہیں
 سدا اٹھاؤ تو یہی آنکھ ملاؤ تو کسہی
 نشہ مے بھی نہیں نیند کے ماتے بھی نہیں
 کیا کہا پھر تو کہو ہم نہیں سُنتے تیری
 نہیں سُنتے تو ہم ایسوں کو سُنا تے بھی نہیں
 خوب پردہ ہے کہ چلیں سے لگے بیٹھے ہیں
 صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
 دیکھتے ہی مجھے غفل میں یہ ارشاد ہوا
 کون بیٹھا ہے اسے لوگ اٹھاتے بھی نہیں



کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں
 جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
 حال پہلو چپا کے لکھا ہے
 تاڑ جائے وہ نکلت چیں نہ کہیں

یہ تو کیسے کہ راست کی باتیں
 آپ نے غیر سے کہیں نہ کہیں
 جن کو حوریں بیان کرتے ہیں
 غلہ میں ہوں یہ حسیں نہ کہیں
 آپ کی گفتگو کا کیا کہنا
 چار باتیں بھی دل نشیں نہ کہیں
 دمِ بخشش بھی یوں ترے مزے
 نیکے پر سناختہ نہیں نہ کہیں
 داغِ پھرناک جہانک کرتے ہیں
 اب بھرے اب پہننے کہیں نہ کہیں



زہر کھاتے ہیں تنگ آکر ہم
 یہ دوا آئے دل کو راس کہیں
 بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
 یہیں ہو گا وہ اس پاس کہیں



وے کے خط کون منتظر کمرے
اپنے قاصد کے ہم رکاب ہوں میں
کیوں کسی چشمِ مست کو دیکھوں
مفت آلودہ شراب ہوں میں



میں نے چاہا جو تھیں اس کا گنہ گار تو ہوں
مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں
یا خد پر ہوشِ اعمال کا دیتا ہوں جواب
بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہشیار تو ہوں
تابِ نظردۂ انوارِ تجلی نہ سہی
میری ہمت ہے کہ میں طالبِ دیدار تو ہوں



یا الہی مرے درباں سے وہ پوچھے آخر
کون ہے کس سے ملاقات ہے کیا کرتے ہیں
اپنے کوپے میں نہ کیجے مری مٹی برباد
آپ بھی خاک اڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں

اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو
 وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کہا کرتے ہیں
 آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیسا
 دیکھیے آپ مرے واسطے کیسے کھڑے ہیں
 جاں بلب جان کے مجھ کو یہ پیام آیا ہے
 نوبارک ہو کہ اب عہد وفا کرتے ہیں
 دواع کا رشک سنا غیر سے اس نے تو کہا
 ان کی تقدیر میں جلتا ہے جلا کرتے ہیں



سب تک اُسٹڈ اُسٹڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں
 چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے کیا کہیں
 کوئی کرے سوال تو کچھ دیجئے جواب
 بُت بن گئے مجب آپ تو پتھر سے کیا کہیں
 یہ ہم کو ناگوار ہے وہ اس کو ناگوار
 دہرے کیا سین دل مضطر سے کیا کہیں



مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں
 پرانی مصیبت سے فرصت نہیں
 غمِ دو جہاں بھی ہے کافی مجھے
 مگر آدمی کو قناعت نہیں
 یہ دل ہے، یہ حسرت، یہ ارمان ہے
 مری جان حاضر میں نجات نہیں
 دیا نامہ بُرنے یہ اگر جواب
 انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں

قطعہ

وہ کیوں چشمِ پرچوں کی دکھیں بہار
 یہ رونا ہے بارانِ رحمت نہیں
 وہ کیوں مول لیں جنسِ دل کی غرض
 کہ اس شے کی اُن کو ضرورت نہیں
 وہ کیوں شکوہِ درِ پنجِ فرقت سُنیں
 شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں
 وہ کیوں کر نہ دیں جھڑکیاں گایاں
 کہ عاشقِ مزاجوں کی عزت نہیں

دیا دل نے مایوس ہو کر جواب
نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں



اڑائی خاک تیر جی جستوں میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بن کر مے سر پر زمیں برسوں
کسی کو پے میں جب ہم اچھی صورت دیکھ لیتے ہیں
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں
کسی خورشید رو کے پاؤں پر رکھا تھا سر اک دن
مثال ماہ چمکی سا تو قسمت لگے جہیں برسوں
ہر شمشیر قاتل اس خوشی سے جان ڈی میں نے
لب دشمن سے بھی نکلی حدائے آفریں برسوں
جنوں کو بھی تو بے سماں نہیں دیکھا گیا ہم سے
رہی ہے دست وحشت میں ہماری آستیں برسوں
کسی نازک بدن کی ایک دن خوشبو جو نونگھی تھی
اسی حسرت میں سو نکلا ہم نے عطر نازنین برسوں
خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دل سوز ہے جو چمکا ہے دل نشیں برسوں

تسلی مرے دل کو کیا ہے رہے ہیں
 کھجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں
 عجب خوبیاں خبر دیوں میں دیکھیں
 بُرائی میں بھی سب سے اچھے رہے ہیں
 رقیبوں کی ہے چاندنی چادر دن کی
 ہمیشہ کہیں دُور دُور سے رہے ہیں
 وہاں خاک اڑتی ہے لبِ دائے حسرت
 جہاں سا اہا سال بٹلے رہے ہیں
 مزہ دے گیا ہے فساد ہمارا
 ہمنیوں وہاں اس کے چرچے رہے ہیں
 جدھر سے وہ گزرے قیامت بپا تھی
 کہ نقشِ قدم تک ترپتے رہے ہیں
 یونہی روزِ مشربھی انکار ہو گا !
 کبھی میری سُن کر وہ چپکے رہے ہیں
 یہ حجتِ نئی ہے کہ اب دل کو واپس
 نہیں لیتے ہم اور وہ لے رہے ہیں
 جنہیں اس نے لکھا ہے حرفِ تسلی
 وہ کلمہ بختِ برسوں ترپتے رہے ہیں



خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں
 کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
 تابِ نظارہ کے دیکھے جو اُن کے جلوے
 بجلیاں کوندتی ہیں جب بام آتے ہیں
 رہرو راہِ محبت کا خُدا حافظ ہے
 اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں
 وہ ڈرا ہوں کہ سمجھا ہوں یہ دھوکا تو نہ ہو
 اب وہاں سے جو محبت کے پیام آتے ہیں
 وصل کی رات گزر جائے نہ بے لطفی میں
 کہ مجھے غمِ سند کے جھوکے ہر شام آتے ہیں
 گریہ ہونا نہ ہو، حسرت ہو کہ ارمانِ وصال
 آنے والے تری فرقت میں مدام آتے ہیں



- کروں کیا چار دن کی زندگی میں
 رہی جاتی ہے حسرت جی کی جی میں

بُتوں سے اُب معافی چاہتا ہوں
 خُدا سے کچھ کہا تھا بے خودی میں
 مری جانب سے اے قاصد یہ کہنا
 تجھے میں دیکھ لیست زندگی میں
 غضب وہ ہر اُدا پر اس کا کہنا
 بھلا یہ بات دیکھی ہے کسی میں
 اکیلے بیٹھ کر کیا سوچتے ہو
 یہ تنہائی ہے داخل بے کسی میں
 وہ لے کر کیا کریں عشاق کے دل
 تھسی میں داغ ہے کاٹنا کسی میں
 نہ ہو راحت نصیب اہل زمیں کو
 ہمیشہ ہے فلک اس پر دی میں
 تجھی پر جان دیتا کیوں زمانہ
 اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں
 نہ دیکھ سائیہ دیوار تک بھی
 بہت چکر لگائے اُس لگی میں
 دل ویراں کے خطا ہر پر نہ جاؤ
 نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہے اسی میں



اثر ہے خارِ حسرت کے بیاں میں
 کہ اس کے حرف چبھتے ہیں زباں میں
 ہوتی جاتی ہے عالم کی صفائی
 رہو تم امتحاں ہی امتحاں میں
 نہیں مرنے کا اپنے غم، یہ غم ہے
 کہ پھر آنا نہ ہو گا اس جہاں میں
 ادھر وحشت ادھر ہے خوفِ رہزن
 کبھی تہن کبھی میں کارواں میں
 یہ کہہ کر وہ مرے دل میں نہ ٹھہرے
 ہمیں ہوتی ہے وحشت اس مکاں میں
 ہوا بگڑھی ہوتی ہے کچھ چسن کی
 چلو اسے ہم صفیروں اشیاء میں
 نمودِ حسن کو ہے عشقِ درکار
 بہت ہوتے ہیں یوسف کارواں میں



گر قناعت نہیں ہے نساں کو
 کبھی حاصل اسے فراع نہیں
 تمہی زمانے میں روشنی جس کی
 ہاتے اس گھر میں اب چراغ نہیں
 ست کر دے نگاہ سے ساقی
 حاجت سے اعز و ایاغ نہیں
 کسوج ملتا ہے ہر ماسر کا
 عمر رفت کا کچھ سراغ نہیں
 دآغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
 دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں



قابلِ دید ہے بے تابی دل کا مضمون
 حرف کوئی مرے مکتوب میں ساکن ہی نہیں
 ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا بمانیں
 ابھی موسم ہی نہیں، دن ہی نہیں، من ہی نہیں
 مانگتا ہوں جو دم وصل کی اُن کے آگے
 چھپکے چھپکے وہ کہے جاتے ہیں، ممکن ہی نہیں



اُدھر محفل میں ہیں پرواز و شمع
 اُدھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں
 نکالوں چھان کر ساری خدائی
 اب اُس کی جستجو ہے اور میں ہوں
 مے و ساغر کہاں روزِ جدائی
 مرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں
 کہیں جنتی نہیں اپنی طبیعت
 خیال چار سو ہے اور میں ہوں



صبح تک دل کو دلا سے شبِ غم دیتے ہیں
 جس کو تم دے نہیں سکتے اُسے ہم دیتے ہیں
 حسبِ خواہش وہ کہاں رنج و الم دیتے ہیں
 مانگنے والے کو آزار بھی کم دیتے ہیں



یہ نرالا ہے شرم کا انداز
 بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں
 داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
 ان کو دے دو نکال کر آنکھیں



سب لوگ جدھر وہ ہیں اُدھر دیکھ رہے ہیں
 ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں
 میرا دل گم شدہ جو ڈھونڈا نہیں ملتا
 وہ اپنا دہن اپنی کمر دیکھ رہے ہیں
 اب اے نگہ شوق نہ رہ جائے تمنا
 اس وقت اُدھر سے وہ اُدھر دیکھ رہے ہیں
 کچھ دیکھ رہے ہیں دل بسمل کا ترپنا
 کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں -
 کیوں کفر ہے دیدارِ صنم حضرت واعظ
 اللہ دکھاتا ہے بشر دیکھ رہے ہیں



یہ پتھر لائے گا جذبِ دل اُن کو
 ہر تنِ منتظرِ ہم بھی ہیں
 بزمِ دشمن میں لے چلا ہے دل
 کیسے بے اختیارِ ہم بھی ہیں
 شرمِ سب سے تفریق کو
 واہ کیا ہوشیارِ ہم بھی ہیں
 جس نے چاہا پسنا لیا ہم کو
 دلبروں کے شکارِ ہم بھی ہیں
 ادھر آ کر بھی فدا تھے پڑھ لو
 آج زیرِ مزارِ ہم بھی ہیں



یہ تو نہیں کہ تم سب جہاں میں جیس نہیں
 اس دل کو کیا کروں یہ پہلنا کہیں نہیں
 ہاں ہاں کہو زبان سے یا تم نہیں نہیں
 ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقین نہیں
 دل کے سوانہ کہے میں ہے وہ نہ دیر میں
 گزرتے تو بس یہ ہیں ہے نہیں تو کہیں نہیں

کیوں، ذکرِ بے وفائی دشمن پہ یاد ہے
گردن ہلا ہلا کے وہ کہتے "نہیں نہیں"



وہ نہایت ہمیں مغرور نظر آتے ہیں
پاس بیٹھے ہیں مگر دُور نظر آتے ہیں
چاند سورج کو فلک اپنے لئے رہنے دے
ہم کو کیا کیا رُخ پر نور نظر آتے ہیں
وصفِ خوبانِ جہاں پر کیا اُس بُت نے
آپ کی آنکھ میں سب جُور نظر آتے ہیں



بس نہیں، کا کوئی علاج نہیں
روز کہتے ہیں آپ آج نہیں
اے کے دل رکھ لو کام آئے گا
گو ابھی تم کو احتیاج نہیں
ہم تو سیرتِ پسند عاشق ہیں
خوب رو کیے جو خوش مزاج نہیں

روایف و

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھے کیا ہو
 پھر دیکھو یہ اس نے ادھر دیکھے کیا ہو
 رٹنے تو لگیں اس کی نگاہوں سے نگاہیں
 اس جنگ کا انجام مگر دیکھے کیا ہو
 دل جب سے لگایا ہے کہیں جی نہیں لگتا
 کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھے کیا ہو
 اب کے تو بہ مشکل دل مضطر کو سنبھالا
 اندیش ہے یہ بار دگر دیکھے کیا ہو
 وہ بیٹے بٹھائے تو اٹھاتے ہیں قیامت
 جاتیں جو سر راہ گزر دیکھے کیا ہو
 جو کہنے کی باتیں ہیں وہ سب میں نے کہی ہیں
 اُن کو مرے کہنے کا اثر دیکھے کیا ہو
 پھر یاس مٹاتی ہے مرے دل کی تنہا
 یں یں کے بگڑاتا ہے یہ گھر دیکھے کیا ہو



کیوں وعدہ وصال سے دل بدگماں نہ ہو
 یہ شرط ہے نئی کہ خُدا درمیاں نہ ہو
 پوچھیں وہ جب خوشی سے قیامت کی بات ہے
 میرا ہی حال اور مجھ سے بیاں نہ ہو
 خُوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم خرب
 کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہ ہو
 آفت کی تاک بھانک قیامت کی شوخیاں
 پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو
 کیا کر سکے وہ غیر کی تجھ سے شکایتیں
 جس ناتواں سے اپنی حقیقت بیاں نہ ہو



ہمارے دل میں بے کھلے محبت اپنی رہنے دو
 امانت دار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو
 غضب کی بات ہے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ مجھ کو
 رقیبوں سے بھی تم صاحب سلامت اپنی رہنے دو
 ڈرایا ہے منایا ہے یہ کہہ کر وصل میں اس نے
 بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو

وہیں گے فتنہ نمٹے یہ فتنے لگا ہوں کے
ابھی تم اپنے قبضے میں قیامت اپنی رہے دو



کلبے سے لگائیت ہوں برگِ لالہ دگل کو
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو
تری زلفیں بھی ہیں صیادِ آنکھیں بھی شکاری ہیں
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو
ہوتی یہ انتظارِ یار میں ہر اشک کی صورت
جو تھم جائے تو پتھر ہو جو بہ جائے تو دریا ہو
ٹریں گے آپ حوروں سے میں گے آپ غیروں سے
مجھے ڈر ہے کہ جنت میں کوئی فتنہ نہ برپا ہو



کاش تجھ سے ہی مقابل تری تصویر بھی ہو
دعویٰ ناز بھی ہو شوخیِ تفتسیر بھی ہو
پہلے یہ شرطِ مصور سے وہ کر لیتے ہیں
باتی صورت بھی کھنے ہاتھ میں شمشیر بھی ہو

لڑ پڑے غیر سے کیا خیر ہے کیا ہے مزاج
تم جو چُپ چُپ بھی ہو مضطر بھی ہو دل گیر بھی ہو



تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ
اٹھاؤ آنکھ نہ شرماؤ یہ تو محفل ہے
غضب سے جانبِ اغیار دیکھتے جاؤ
قسم بھی کھاتی تھی قرآن بھی اٹھایا تھا
پھر آج ہے وہی انکار دیکھتے جاؤ
یہ شامت آئی کہ اُس کی گل میں دل نے کہا
کھلا ہے روزِ نِ دِ یوار دیکھتے جاؤ
شب وصالِ عدو کی یہی نشانی ہے
نشانِ ہوسِ رخسار دیکھتے جاؤ
نہیں ہیں بھرمِ محبت میں سب کے سب بُرم
خطا معاف خطا وار دیکھتے جاؤ
دکھا رہی ہے تماشا فلک کی نیرنگی
نیا ہے شبِ بد ہر بار دیکھتے جاؤ

بنار یا سری چاہت نے غیرتِ یوسف
 تم اپنی گرمی بازار دیکھے تجاؤ
 نہ جاؤ بند کئے آنکھ رہ رواں عدم
 ادھر ادھر بھی خبردار دیکھے تجاؤ

رولیف ۵

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
 منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ
 زاہد نے چھپایا ہے اسے گوشتِ دل میں
 بھاگی تھی کسی رندِ خرابات سے توبہ
 یہ فصل اگر ہوگی تو ہر روز پسینے سے
 ہم سے کریں توبہ کہ برسات سے توبہ
 وہ آتی گٹھا جھوم کے لپٹانے لگا دل !
 واعظ کو بلاؤ کہ چسلی بات سے توبہ
 دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد
 اس بات سے توبہ کہی اُس بات سے توبہ

ردیف ی

نفرت ہے حرف وصل سے اچھا یوں نہیں ہسی
 لو آؤ اور بات سنو وہ نہیں ہسی
 - چھوڑوں گا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ
 نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں ہسی
 ظاہر تو اختلاط کی باتیں ہو کریں
 دل میں اگر نہیں ہے محبت نہیں ہسی
 مشقِ جفا کے واسطے کس کی تلاش ہے
 کوئی اگر نہیں ہے تو یہ کمستیں ہسی
 آرام کچھ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا
 زیرِ فلک نہیں ہے تو زیرِ زمین ہسی
 جھدے ہی کرتے جاتیں گے ہم تیری راہ میں
 ہے نقشِ پاپے عار تو نقشِ جہیں ہسی



ایک طوفاں ہے غمِ عشق میں رونایا ہے
 نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے
 دیکھ کر سادہ صورت تری یوسف بھی کہے
 چٹ پٹا سن نمک دار سونا کیا ہے
 چار باتیں بھی کہی آپ نے گُلِ مل کے نکلیں
 انہیں باتوں کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے
 کاش بل جائے ترا سایہ دیوار میں
 اڑھنا کیا ہے فقیروں کا پھونایا ہے
 ابرِ رحمت ہے اُدھر دیدہ پر غم ہے ادھر
 مشکل اس نامرُامال کا دھونا کیا ہے
 چھپی رنگ پھر اس رنگ میں بھلی کی چپک
 ماتِ کندن ہے ترے رنگ سے سونا کیا ہے



آرزو ہے دنا کرے کوئی
 جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی
 گر مرض ہو دوا کرے کوئی
 مرنے والے کا کیا کرے کوئی

کوستے ہیں جلے ہوئے کیا کیا
 اپنے حق میں دُعا کرے کوئی
 اُن سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں
 میرا مطلب ادا کرے کوئی
 تم سراپا ہو صورتِ تصویر
 تم سے پھر بات کیا کرے کوئی
 جس میں لاکھوں برس کی حویلیاں
 ایسی جنت کو کیسے کرے کوئی



خوب ہی چلتی ہوئی وہ زنگسِ ستارہ ہے
 آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ ہے
 درد سے بھرتے ہیں آنسو ضبط سے پیتے ہیں ہم
 آنکھ کی ہے آنکھ یہ چمکانے کا پیمانہ ہے
 کوہِ کن کا تھا یہی پیشہ جو کاٹا تھا پہاڑ
 کامِ مشکل جاں کنی اسے ہمتِ مردانہ ہے
 مجھ کو بے جا کر کہا نا صبح نے اُنکے رُوبرو
 آپ کے سر کی قسم یہ آپ کا دیوانہ ہے

- دُعا یہ ہے کوئے قاتلِ مانِ ناداںِ خندہ کر
اُٹھ یہاں سے آدھر گھر بیٹھ، کچھ دیوانہ ہے



جو بے آگِ بُلِ جائے وہ دل یہی ہے
جو بے زخمِ ترپے وہ بسمل یہی ہے
بُرائی نہ چاہے بُروں سے نپا ہے
اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے
نہ ٹھہرا وہ ناوک تو دل یوں پکارا
ٹھہراے مسافر کو منزل یہی ہے
چھپاتے ہو مٹھی میں کیوں دیکھ پایا
یہی ہے یہی ہے مراد دل یہی ہے
کس مجھ سے ہر چند بھولی باتیں
مڑ پھر کہوں گا کرتا دل یہی ہے
وہ عشق میں راہزن کیسا نہ ہو گا
مجھے خوفِ منزل پہ منزل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی
اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہے

ترا جیلوہ ٹھہرا ہے مقصودِ عالم
 کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے
 بھری بزم میں تجھ کو آتا ہے کیسا
 یہ پہچان جب انا کہ ماتی یہی ہے



غیر ہونا شاد کیوں کیسی کہی
 چاہتا ہوں شاد کیوں کیسی کہی
 پہلے گالی دی سوالِ وصل پر
 پھر ہوا ارشاد کیوں کیسی کہی
 تم نے دل کی بات کیوں کیسی سُنی
 ہم نے یہ رُوداد کیوں کیسی کہی
 عاشقوں کے قتل پر اتنی خوشی
 آپ ہیں جلا د کیوں کیسی کہی
 اے چلیں گے آج تجھ کو ان کے پاس
 اے دلِ ناشاد کیوں کیسی کہی
 تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے
 ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی

دآخ تجھ کو باغِ جنت ہونصیب
خاناں برباد کیوں کیسی کہی



کہا تھا ہم نے جو کچھ رازِ دہاں سے
سُنا وہ آج دشمن کی زباں سے
ملا تھا یا نہیں اسلِ ستاں سے
ترا آنا ہوا تاصد کہاں سے
زکا لو دآخ کو اپنے مکاں سے
پسلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے
ہدفِ دل کو کرے گا اک نہ اکِ دن
یہ تیرا کھینٹنا تیرا کہاں سے
انہیں غصہ ہمیں ہے شوقِ قاصد
چلیں گے وہ وہاں سے ہم یہاں سے
مری آہیں رقیبوں کی دُعا میں
یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسماں سے
کہاں اے دآخ اب اپنا ٹھکانا
اُٹھا بیٹھے ہیں دلِ دونوں جہاں سے



آشیرِ محبت نے کیوں دیر لگائی ہے
 یارب مری قیمت نے کیوں دیر لگائی ہے
 معلوم چنا آخر کب داد کو پہنچیں گے
 کیا جانے قیامت نے کیوں دیر لگائی ہے
 مے خانے پہ آجائے گنگھور گٹھا گھس کر
 اللہ کی رحمت نے کیوں دیر لگائی ہے
 وہ سنگ دل آتا ہے کب میرے جانے پر
 بے جانے میں خلقت نے کیوں دیر لگائی ہے
 رزقی نہیں آنکھ اُن کی گوسا منے بیٹھے ہیں
 شوخی نے شرارت نے کیوں دیر لگائی ہے
 کم ظرف نہیں مے کش ہے ان کو حیا مانع
 ساقی تری ہمت نے کیوں دیر لگائی ہے
 دشوار نہیں میرے ٹکٹے کا بدل دینا
 پھر کاتبِ قدرت نے کیوں دیر لگائی ہے



کس طرح کہوں قیس ترے دل کو لگی ہے
 نالوں سے کبھی آگ محبت کو لگی ہے
 اسے راہ ناراہے تو اور طرف کی
 کچھ اور ہوا رہو منزل کو لگی ہے
 مٹتی ہے کوئی داغِ مہبت کی نشانی
 یہ چوٹ غضب کی مہرِ کامل کو لگی ہے
 جامِ مے کو ترے مشتاق میں حوریں
 کیوں دیر الہی مے قاتل کو لگی ہے
 تعریف سنی حضرت یوسف کی جو مجھ سے
 اک چوٹ مے حورِ شام کو لگی ہے
 انصاف سے دشمن نے کبھی حق میں ہمارے
 اچھی بھی کبھی ہے تو بڑی دل کو لگی ہے
 میں تیرے ہوا اور نہ اللہ سے مانگوں
 مدت سے یہی دھن ترے سائل کو لگی ہے
 مجبور ہوا شکرِ جنا سے بھی تو کم بخت
 کیا موت کی چمکی ترے بسمل کو لگی ہے
 جب سے یسنا داغ نے کی عشق سے توبہ
 گھبراتے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے



دقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے
 رُو برو داؤدِ محشر کے اشلے ہوتے
 شبِ فرقت میں دھواں مٹا گٹا چھائی ہے
 کاش گئے جو نمودار سائے ہوتے
 قیس و فریاد بھلے کو نہ ہوتے آج کے دن
 وہ بھی سو جان سے قربان ہمارے ہوتے
 نامہ بردہ کے وہاں تجھ کو خبر لانی تھی !
 چار دن اور مصیبت کے گزارے ہوتے
 کیوں سے پاس ترپنے کو ہے پہلو میں
 آپ بھی حضرتِ دل ساتھ مدعا ہے ہوتے
 زلفیں بکھری ہوتی تم نے جو سنواریں تو کیا
 کام بگڑے ہوتے عاشق کے سنوارے ہوتے
 بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز
 داغِ یہ بت جو نہ اللہ کو پیارے ہوتے



ہم اپنے ہی سر میں گے مصیبت ہو کسی کی
 آئے گی اسی جان پہ آفت ہو کسی کی
 پیغام دیا تھا کوئی مرنے کا ہے خبر لو
 قاصد سے کہا اگر یہی عادت ہو کسی کی
 وہ صدے اٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے
 دنیا میں کسی کو نہ جنت ہو کسی کی
 کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے
 معشوق ہوا کوئی امانت ہو کسی کی
 رونا کبھی ملت کبھی آنا کبھی جانا
 تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی
 لو رہنے دو تسکین کے لئے غیر کی تصویر
 شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی



مشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی
 پھنس گئی جان مصیبت میں الہی کیسی
 چاہتے ہو مری چاہت کا قیوں سے ثبوت
 جب ہو مجھ کو خود اقرار گواہی کیسی



اہل روزِ جُدا کیوں نہ آئی
 کسی کو مجھ کو آئی کیوں نہ آئی
 قیوم ہے کہ اس بے داو پر بھی
 ترے آگے بُرائی کیوں نہ آئی
 تراشفان چہرہ تن بدن صاف
 طبیعت میں صفائی کیوں نہ آئی
 مسیمائی اگر آتی ہے تم کو
 اداے جاں فزائی کیوں نہ آئی
 ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو
 تمہیں پھر بے وفا کیوں نہ آئی



پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے
 مار رکھنے کا علاج اچھا تو ہے
 گر حسینوں میں بھی ہو رسم و ف
 کیا بُرا ہے یہ رواج اچھا تو ہے

آشیاں زریبِ سربِ جنوں ہوا
 اے جنوں تکلوں کا تاج اچھا تو ہے
 سینہ کو بی دل خراشی چاہیے
 ہو سکے جو کام کاج اچھا تو ہے
 داغِ کودی ہے تسلی آپ نے
 واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے



دل میں رہتا ہے جو آنکھوں سے نہاں رہتا ہے
 پوچھتے پھرتے ہیں وہ داغ کہاں رہتا ہے
 دستِ دوستِ عشاق پہ مارا اکثر
 تیغ سے بڑھ کے ترا ہاتھ رواں رہتا ہے
 میں بُرا ہوں تو بُرا جان کے ملنے مجھ سے
 عیب کو عیب سمجھتے تو کہاں رہتا ہے
 لامکاں ہلک کی خیر حضرت واعظ نے بھی
 یہ تو سرِ مائیں اللہ کہاں رہتا ہے
 اُن کے آتے ہی مجھے حور کا آیا جو خیال
 بوئے گھبرا کے کوئی اور یہاں رہتا ہے

گڑب وہ کوئے ہیں فخر ہے اس کا منہ کو
 نام میرا ہی انہیں وردِ زباں رہتا ہے
 میرے مطلب کی کہانی سے انہیں ہے نفرت
 یہی افسانہ مجھے نوکِ زباں رہتا ہے



لطف وہ عشق میں پاتے ہیں کہ جی جانتا ہے
 رنج بھی ایسے اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
 جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
 تو نے دل اتنے ساتے ہیں کہ جی جانتا ہے
 سکراتے ہوتے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ
 آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
 ساوگی، بانکیں، اغماض، شرارت، شونی
 تو نے اندازہ چائے ہیں کہ جی جانتا ہے
 کعبہ و دیر میں پتہ اگستیں مونسوں نکلیں
 ایسے جلوے نظر آتے ہیں کہ جی جانتا ہے



میرے مرنے کے بعد روکے کہا
 اب کہیں گے وفا شمار کے
 تاک میں دل کی ہے نشیلی آنکھ
 اور کہتے ہیں ہوشیار کے
 دیکھے رنگ لائے کیا جو بن
 لوٹتی ہے تری بہار کے
 اک زمانے میں پڑ گئی ہل چل
 کر دیا تم نے بے شمار کے
 دایع کو دو ہی دن میں بھول گئے
 آپ کہتے تھے جاں نثار کے



میں خونِ دل سے دیدہ گریاں بھرے ہوتے
 دونوں چہرے ہیں شبِ بحرِاں بھرے ہوتے
 زخموں پر میرے کانِ ملاحظت کے ہاتھ سے
 خالی کئے ہوتے ہیں نمکِ اں بھرے ہوتے
 منکر ہے قتلِ غیر سے کیوں دیکھ تو ذرا
 آیا ہے کون خون سے دامِاں بھرے ہوتے

خالی نہیں فساد سے یہ تیوری کے بل
 آتے ہو تم کہیں سے مری جاں بھرے ہوئے
 اے داغ دل ترا نہ شگفتہ ہوا کبھی
 عالم میں ہیں گلوں سے گلتاں بھرے ہوئے



کام رکھنے کا نہیں اے دلِ ناداں کوئی
 خود بخود غریب سے ہو جاتے گسا ساں کوئی
 بل گیا اور ہی غارت گریاں کوئی
 اے گیا لوٹ کے مجھ سے ترے ارماں کوئی
 شکوہ رنجش و بیداد بھی کرنا قاصد
 مگر اتن کر نہ ہو جاتے پشیمان کوئی
 چشم بد دور وہ صیاد ہیں تیری آنکھیں
 سامنے ہو کے نکلتا نہیں انساں کوئی
 طبع حاضر ہے صفاتی بھی ہے نیت بھی درست
 اب تو کر یہ خدا کے لئے پریاں کوئی
 دل میں چہ چہ جاتی ہیں کس طرح تہاری آنکھیں
 سرخ دیکھا نہ کبھی ناوک مڑگاں کوئی

آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں باقی ظالم
دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انساں کوئی



تری مصل میں یہ کثرت کبھی تھی
ہمارے رنگ کی صحبت کبھی تھی
ہمارا دل ہمارا دل کبھی تھا
تری صورت تری صورت کبھی تھی
کریں کیا اب زمانے کی شکایت
کہ دنیا منزل راحت کبھی تھی
تہماری سادگی یہ کہہ رہی ہے
نگاہِ نازاک آفت کبھی تھی
دلِ برباد میں اڑتی ہے اب خاک
یہ بستی غیرتِ جنت کبھی تھی
نہیں ہے اب نہیں ہے صاف سُن لو
کبھی تھی مجھ کو ہاں چاہت کبھی تھی



تصویر یار اپنی حبس پر بنائیں گے
 بگڑا ہوا ہم اپنا مقدر بنائیں گے
 دشمن ہمارے واسطے تکلیف کیوں کریں
 ہم آپ اپنے قتل کا محضر بنائیں گے
 ہو گا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا
 دل کو ہزار ہاتھ کا کیوں کر بنائیں گے
 عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب مجھے
 چتون غضب کی قبر کے تیور بنائیں گے
 وہ کم سنیں میں کھیل بھی کیلیں گے تو یہی
 مٹی کے تیغ و ناک و خنجر بنائیں گے



گرمیے اشکِ سرخ سے رنگِ حنائے
 جو چور کی سزا ہو وہ مجھ کو سزا ملے
 جاتے تھے منہ چھپاتے ہوتے میکے سے جم
 آتے ہوتے ادھر سے کئی پار سے ملے
 جنت سے غارِ حور کی صحبت سے اجتناب
 کیا جانے بندگی کا صلہ مجھ کو کیا ملے



کچھ تو امید بندھے اُن سے وفاداری کی
 کاش دشمن ہی سمجھ کر وہ کریں یاد مجھے
 خانہ دل سے یہ ماتم کی صدا آتی ہے
 غم سے آباد کیا جان سے برباد مجھے
 ہچکیاں داغ دم نزع پسلی آتی ہیں
 شاید اس بھولنے والے نے کیا یاد مجھے



تم نے بے ہم سے گن گن کے لئے
 ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے
 دھل میں تنگ آ کے وہ بھنے لگے
 کیا یہ جو بن تھا اسی دن کے لئے
 چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
 آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے
 مے کشو مشرودہ اب آتی فصل گل
 بلبلوں نے چونچ میں تنکے کے لئے

ہیں رُخِ نازکِ پُگنتی کے نشاں
 کس نے تیرے بوسے گئی گئی کے لئے
 آج کل میں داغ ہو گئے کامیاب
 کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے



آئے بھی تو وہ منہ کو چھپاتے مرے آگے
 اس طرح سے آئے کہ نہ آتے مرے آگے
 کیا دم کا بھروسہ ہے پھر آئے کہ نہ آئے
 جانا ہو جوتِ صمد کو تو جاتے مرے آگے
 کچھ تذکرۂ رنجشِ معشوق جو آیا
 دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے
 مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سبھو
 کوسا ہوا اگر میں نے تو آتے مرے آگے
 تیور یہی کہتے تھے کہ یہ نام ہے میرا
 لکھ کر کہنی حریف اس نے مٹاتے مرے آگے
 دیکھے تو کوئی قاصدِ جاناں کی دُیسری
 واپس مرے خط لاکے جلاتے مرے آگے

بچھڑے ہوئے معشوقِ ملیں سب کو اپنی
 تنہا کوئی جنت میں نہ جاتے مرے آگے
 کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بوسے
 آتے تھے بُرا حال بناتے مرے آگے



یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی
 اس نے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی
 ناک میں ہے نگہِ شوقِ خدا خیر کرے
 سامنے سے مرے چمٹا ہوا جائے کوئی
 ہو چکا عیش کا جالہ تو مجھے خط بیجا
 آپ کی طرح سے مہمان بلاتے کوئی
 ترکیبِ داد کی تم داد نہ چاہو مجھ سے
 کر کے احسان نہ احسان جاتے کوئی
 دردِ الفت کے مزے لیتے ہیں قیمتِ دلے
 خونِ دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی
 آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
 اس کو رکھتا تھا کیلجے سے لگاتے کوئی



وہ کھینچتے ہیں خنجرِ بڑاں کبھی کبھی
 مشکل ہماری ہوتی ہے آساں کبھی کبھی
 بسوئے ہی بن کے کام نکلتا ہے گاہ گاہ
 بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی
 استدار سے زیادہ ہے انکار آپ کا
 ہر دم نہیں نہیں ہے تو ماں ہاں کبھی کبھی
 ہر وقت اُن کی شرم سے اتستی نہیں پاک
 ہوتا ہے دل کے پار یہ پیکاں کبھی کبھی
 دل رفتہ رفتہ خوگرِ غم ہو تو خوب ہے
 آیا بحرے سری شبِ جبرِاں کبھی کبھی
 میسری مجال ہے جو کروں عرضِ مُدّعا
 نظروں میں بات ہوتی ہے پہاں کبھی کبھی
 سنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات
 کہتا ہے دُور دُور کی اناں کبھی کبھی



فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں جب آغ کے اشار
اللہ زباں دے تو زباں میں ہو اثر بھی



ہم سے بگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی
گرچہ تھی چشمِ تغافل مگر ایسی تو نہ تھی
وہی دل ہے وہی لب ہیں وہی اندازِ بیاں
جیسی اب ہے یہ دعا ہے اثر ایسی تو نہ تھی
شکلِ یوسف کی جو تعریف سُنی، فرمایا
منصفی شرط ہے، دیکھو اور صراحتی تو نہ تھی



شکستِ ہمد سے ہوتا ہی کیا ہے
انہیں اس بات کی پروا ہی کیا ہے
ترقی کر رہی ہے ان کی شوخی
ابھی تڑپے گا دل تڑپا ہی کیا ہے
ہمارے دل میں ہے ساری خدائی
خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے

ہمیشہ دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں
ہمارا آپ کا پردا ہی کیسا ہے



کسی کے ہیں جلوے یہاں کیسے کیسے
عیاں کیسے کیسے نہاں کیسے کیسے
وہ جب اوپری دل سے کرتے ہیں وعدہ
تو کھاتی ہے پٹے زباں کیسے کیسے
بے زاہر پسیر کو خور تو بہ
وہاں ہوں گے رعنا جواں کیسے کیسے
نہ آثارِ عشرت نہ سامانِ راحت
نشاں سے ہوتے بے نشاں کیسے کیسے
سکھانے پڑ جانے کو ہیں دوست دشمن
یہاں کیسے کیسے وہاں کیسے کیسے
گزر گاہِ ارمان و حسرت رہا دل
گزرتے رہے کارواں کیسے کیسے
شکایت حکایت ہی میں رات گزری
رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے



نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے
 کہ شاخ گل سی جب ان کی کلائی ہوتی جاتی ہے
 بڑھایا شوق نے آگے ہٹایا خوف نے پیچھے
 رسائی میں بھی اُس تک نارسائی ہوتی جاتی ہے
 وہ چشمِ فتنہ زائے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں
 بہت اسے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے



میری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کر
 یہ بُرا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی
 میری شامت کہہ دیتی اُسے دشمن کی شبیہ
 سُکوا کر یہ کہا اُس نے نہایت اچھی
 جو ہو آغا ز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر
 جس کا انجام ہوا چٹا وہ مصیبت اچھی
 زور و زور سے بھی کہیں آج میں ملے ہیں
 اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی



بھڑکی یہ رات کیسی رات ہے
ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے
اُن کی فرمائش نئی دن رات ہے
اور تھوڑی سی مری اوقات ہے
پھر خدا جانے کہاں تم کہاں
عیش و عشرت کی یہی اکبات ہے
اُن کا قاصد لے چلا ہے دل مرا
مازہ فرمائش نئی سوغات ہے
یہ بلا اظہارِ الفت پر جواب
اُسے ایسے ہی تو ہیں کیا بات ہے
کیوں پسل پڑتے ہیں ملکِ حسن میں
کیا وہاں برسات ہی برسات ہے
جب کہا میں نے کہ لومہا ہوں میں
بوسے بسم اللہ اچھی بات ہے
بات کرنی بھی نہ آتی تھی مہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے



اب وہ یہ کہہ رہے ہیں مری مان جائیے
 اللہ تیری شان کے متربان جائیے
 بگڑے ہوتے مزاج کو پہچان جائیے
 سیدی طرح نہ مانے گا مان جائیے
 میں تیوری میں بل تو لگا میں پھری ہوتی
 جاتے ہیں ایسے آنے سے اوسان جائیے
 فضل میں کس نے آپ کو دل میں ٹھپا لیا
 اتوں میں کون چور ہے پہچان جائیے
 اپنی کہی کہ غمیر کے گھر تک ذرا چلو
 میں آپ کا نہیں ہوں نگہبان جائیے
 آتے ہیں آپ غیر کے گھر سے کھڑے کھڑے
 یہ اور کو جیتا ہے احسان جائیے



اس نے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے
 یہ نہ سمجھے کوئی کیسا جلد کہا مان گئے

تیرے عاشق کا جنازہ نہ گیا ہو آگے
 ابھی اس راہ سے کچھ لوگ پریشان گئے
 یا الہی کہیں ٹٹتی تو نہیں راہِ عدم
 جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے
 خائف دل ہے الہی کہ مافرخانہ
 کتنے ہی آئے یہاں کتنے ہی ارمان گئے
 بندہ عشق ہو ایسے کہ الہی تو بہ
 تم تو معشوق کو اسے داغ خدا جان گئے



پلمٹ بھی آج حضرت زاہد نے صاف کی
 مے نوش کیا ہونے کہ بلا نوش ہو گئے
 احباب کو جنازہ اٹھانا بھی بار تھا
 ہم خاک میں ملے وہ بیک دوش ہو گئے
 اسے داغ سب زمانہ ماضی کے فوق شوق
 یک بار دل سے مود و فراموش ہو گئے



اُس نے جب اِک نگاہ دیکھا ہے
 حالِ دل کا تباہ دیکھا ہے
 مجھ کو بے جرم کیوں سزا ملتی
 کچھ نہ کچھ تو گناہ دیکھا ہے
 بزم میں مجھ کو تاک کر بوئے
 چُھپ کے بیٹھے ہو واہ دیکھا ہے
 ساتھ اس بُت کے اہل تقویٰ کو
 صورتِ گردِ راہ دیکھا ہے



ساتھ شوخی کے کچھ جناب بھی ہے
 اِس ادا کا کہیں جواب بھی ہے
 رحم کر میرے حال پر واعظ
 کہ انگلیں بھی ہیں شیب بھی ہے
 مار ڈالا ہے اِس دورنگی نے
 مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
 بچنے وقت گھر چلے جانا
 دن بھی ہے گرم آفتاب بھی ہے

کچھ بے یاس کچھ بے اُمید
 صبر کے ساتھ انتظار بھی ہے
 اس جنا پر وفا کروں کب تک
 آدمیت کا کچھ حساب بھی ہے



نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
 بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
 سُنانے کے قابل جو تھی بات انکو
 وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے
 ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
 انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
 چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں
 مکاں بھر گیا میہاں آتے آتے
 مرے آشتیاں کے تو تھے چار تنگے
 چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے
 نہیں کھیلے داغ یاروں سے کہہ دو
 کہ آتی ہے آردو زباں آتے آتے



آدمی مر کے جتے ہے یہ مصیبت کیسی
 یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی
 سحر و سفاکی و سب کی و شوخی و متاب
 جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی
 آپ ہی جو رکریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے
 یہ تو فرمایئے ہے آج طبیعت کیسی
 تہمتے تہمتے کہ نکل جائے مری جانِ حزیں
 میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی
 تھے کہاں رات کو آئینے تو لے کر دیکھو
 اور ہوتی ہے خطا دار کی صورت کیسی
 بخش دے پرکشیں اعمال سے پہلے یارب
 پوچھ کر کوئی اگرے تو سخاوت کیسی
 نظر آتا ہے پری روج کوئی شوخ و شیریں
 گدگداتی ہے پھرے داغ طبیعت کیسی



اللہ کرے زندہ رہیں دیکھنے والے
 اُن اُن وہ جس شکل خدا کو کسی کی
 گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں وہ
 جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی
 کھم بہت وہی داغ نہ ہو دیکھو تو جب ار
 بے چین کتے دیتی ہے فریاد کسی کی



پرشش جو اُن سے غلیم کی روزِ جزا ہوتی
 اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ خط ہوتی
 پوری ابھی سنی بھی نہیں تم نے داستان
 اک بات میں بگڑ گئے، یہ بات کیا ہوتی
 رحمت کے کارخانے میں داعظ کچھ اور ہی
 بخشش اسی کی ہوگی جس سے خط ہوتی
 بندرِ قبا تھکتے ہیں، دامن ہے چاک چاک
 کس کی طرف سے یہ تو کہا بہت دا ہوتی
 اتنا اثر تو ناک پر درد نے کیا
 چاروں طرف سے حق میں ہمارے معا ہوتی



دُنیا میں ہیں سب عیش کے سماں کوئی دُن کے
 یہ جلوے نظر آتے ہیں ناداں کوئی دُن کے
 بے باک ہوتے جاتے ہیں اب وہ کوئی دُن میں
 دُباں کوئی دُن کے ہیں نگہباں کوئی دُن کے
 پھر اپنے مقدر میں کہاں وصل کی راتیں
 ہم پر ہیں یہ سب آپ کے احساں کوئی دُن کے



لذتِ عشق الہی مٹ جائے
 دردِ ارمان ہو اجباتا ہے
 عرصہ حشر میں وہ آپہنچے
 صاف میدان ہو اجباتا ہے
 چھاتی جاتی ہے یہ وحشت کیسی
 گھر بیا بان ہو اجباتا ہے
 شکوہ حسن آنکھ ملا کر ظالم
 کیوں پشیمان ہو اجباتا ہے

عذر جانے میں نہ کرے قلمد
تو بھی نادان ہو احب آتا ہے



بنیں دل آپ کو کیا؟ ہنگی ہے یکستی ہے
ہم نہیں نیچے کچھ زور زبردستی ہے
اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے
ہم بھی بے تے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہے



اُن کو وعدے میں بھی دشواری ہے
بجھ کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے
غمزہ و ناز نے کیسے پھیلتاوار
کس سے یہ جنگ کی تیاری ہے
سنگِ اسود نہ ٹملا کبے سے
پتھر اپنی ہی جگہ بھاری ہے
آئے چکر میں جنبِ زاہد
دخترِ رز کا دم بھاری ہے

دماغ دشمن سے بھی جھک کر ملے
کچھ عجب چیز ملنا ہی ہے



خوش کسی حال میں ان رہا ہے نہ رہے
ہو کے بے فکر کسی آن رہا ہے نہ رہے
دل بیتاب کو کیوں زلف میں الجھاتے ہو
کوئی باندھے سے تو مہمان رہا ہے نہ رہے



کیا مصیبت ہے کہ تم وعدہ کرو اور نہ آؤ
کوئی کم بہت پریشان ہے یا نہ رہے
ہوش میں آؤ نہ گھبرائو جواب اس کا دو
شب کو جا کر کہیں مہمان ہے یا نہ ہے
تو تو اک بار مرے دل کی تست برلا
پھر بلا سے کوئی ارمان رہے یا نہ رہے



قیامت میں بانگی ادا تیں تمہاری
 ادھر آوے لوں بلا تیں تمہاری
 زمانے میں جسیں یادگار زمانہ
 دفاتیں ہماری جفتیں تمہاری
 ہر اک داستاں ہے نہایت مزے کی
 ہم اپنی کہیں یا سنائیں تمہاری
 شبِ غم وہاں سے یہ پیغام آیا
 اثرِ محکمیں بس دساتیں تمہاری
 اٹھاتے ہیں صدمے بہت داغ نمٹنے
 اپنی مرادیں بر آتیں تمہاری



نگہ نگلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نگلی
 ادھر لا ہاتھ، مٹھی کھول، یہ چوری یہیں نگلی
 تری خاطر سے کہہ دوں آرزو اسے نا زنیں نگلی
 نہیں نگلی، نہیں نگلی، نہیں نگلی، نہیں نگلی
 بجائے حضرتِ واعظ کہاں دنیا کہاں جنت
 نرالی آن، بانگی وضع جب نگلی یہیں نگلی

نکل کر تم مری آغوشیں سے اس حال کو پہنچے
 کہیں سے چل دیا دامن کہیں سے آستیں نکلی
 نیاز و نیاز عشق و حسن دیکھا قیس بوسلی میں
 جو یہ صحرائشیں نکلا تو وہ محل نشیں نکلی
 یہ اُن کو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر مسافر سے
 ہماری کسی کوئی صورت کہیں دیکھی کہیں نکلی
 اجل نے وہی نہ مہلت بات کی بھی وہ لگی حسرت
 اُدھر گھر سے وہ نکلے تھے اُدھر جانِ حزیں نکلی



عسریں احوال کو گلاب سے
 کیا کہا میں نے، آپ کیا سے
 پرے پرے میں گایاں لے کر
 مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سے
 سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ معزور
 اپنے آگے کسی کو کیا سے
 آدمیت کی شرط ہے اے داغ
 خوب اپنا برا بھلا سے



دل کو کیا ہو گیا خدا جانے
 کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے
 کیا ہم اُس بدگماں سے بات کریں
 جو ستائش کو بھی بگلا جانے
 بے عبت جرمِ عشق پر الزام
 جب خطا وار بھی خطا جانے



سیکڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے
 ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے
 میرے قاصد کو دیا اُس نے یہ جھنڈا کے جواب
 کون ہوتے ہیں وہ پیغام کے دینے والے
 وہی اچھے وہی دانا ہیں تباہی کے نزدیک
 مشوے تم کو بُرے کام کے دینے والے
 غیر کیا دے گا تمہیں نقدِ دل و جاں اپنا
 نہیں ہوتے کبھی اس نام کے دینے والے

دآخِ عاصی کو ملے نعمتِ فردوس و نعيم
یا نبی دولتِ اسلام کے دینے والے



محبت ہے بے اُس رہ گزرتے
جنازہ بھی مرا جاتے ادھر سے
پہچانا آفتِ تیر نظر سے
الہی یہ بلا آتی کدھر سے
کیا ہے ضبط جب دردِ محبت
لگے ہیں ٹپ ٹپ آنسو چشمِ تر سے
خدا کی دین سے غم ہو کر شادی
یہ بندے لائے ہیں کیا اپنے گھر سے
مرا آتا ہے اُن کے روٹنے میں
بمیشہ چھیر ہوتی ہے ادھر سے



لذتِ سیرِ دگر چشمِ تمنا لے گی
ایک بار اور بھی دنیا ابھی پٹا لے گی

دل کا سرمایہ وہ دُزدیدہ نظر کیا لے گی
 اتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی
 نہ کریں میرے لئے حضرتِ ناصح تکلیف
 خود طبیعتِ دل بیتاب کو سہما لے گی
 نٹ چکے جان و دل و ہمبر خرد روزِ وصال
 کیا دھرا ہے شبِ غم آکے سیاں کیا لے گی



جب سے بسی ہوئی کسی گلگوںِ قبا میں ہے
 میں کیا کہوں کہ نکلتِ گل کس ہوا میں ہے
 خالی نہیں ہے اُن کی شرارت سے شرم بھی
 جو کچھ بچی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
 اب دیکھے مجھ کو وہ داغِ ہی نہیں
 سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خُدا میں ہے



ہم اس جہان سے ارمان لے کے جاتیں گے
 خُدا کے گھر بھی سامان لے کے جاتیں گے

ہمیں پتہ نہ کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں
 انہیں یہ خد کہ اسی آن لے کے جاتیں گے
 نہیں ہے تشنگی حشر کا کچھ اندیشہ
 ہم اشک شرم کا طوفان لے کے جاتیں گے
 اس آستان پر جووی جان داغ بے کس نے
 جنازہ آپ کے دربان لے کے جاتیں گے



چھایا ہوا ہے بزمِ عدو کا رخسار
 آنکھوں میں تیری غیند ساقی ہوتی سی ہے
 تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں
 یہ طرزِ التفات اڑاتی ہوئی کسی ہے
 دھویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے غم ابھی
 یہ خون میں کسی کے نہاتی ہوئی سی ہے



ہر دم اُسی کی دُمن ہے اسی کا خیال ہے
 چھوٹے چھٹے ریل پر اب تک یہ حال ہے

- میں کیا کہوں کہ جو مجھے شوقِ وصال ہے
 تم دیکھ لو فقیر کی صورت سوال ہے
 قسمت سے جو گئی ہے پسלו فیصلہ ہوا
 میرا کمال ہے نہ تبارا کمال ہے
 میں ہوں گدائے میکدہ مجھ پر ہو کیوں حسد
 قاضی کو بھی تو مفت کی واعظِ حلال ہے
 اے داغِ اُن کی رنجش بے جا کیا علاج
 اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے



- دل لے ہی چکے ناز سے شوقی سے ہنسی سے
 اب اُن کی بلا آنکھ ملائی ہے کسی سے
 آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں
 اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے
 ادا دہو ہے تجھے قتل کریں گے
 پھر یہ بھی ہے تاکید کہ کہنا نہ کسی سے
 معشوق کو مشاق نے بے درد بنایا
 انصاف تو یہ ہے کہ ہوتی چوک بھی سے سے

بھوے سے پیابھی کوئی ساغر تو گز گیا
 اک عمر ہوتی تو بہ کئے بارہ کشی سے
 میں وصل کا سآل ہوں جواب اسکا تو دیجے
 کیوں چپ ہوتے کیا پوچنے جانا ہے کسی سے
 وہ شبِ وصل سے برہم ہیں الہی
 آثارِ قیامت میں نمودار ابھی سے



کھل کھیلے کھل جاتے دل کھول کے ملے
 کب تک گرہ بندِ قبا کو کوئی دیکھے
 جب ذکر ہوا طولِ حیاتِ ابدی کا
 وہ بوے مری زلفِ رسا کو کوئی دیکھے
 تقریبے کوئی کہ تعریفِ تہاری
 انداز کو دیکھے کہ ادا کو کوئی دیکھے
 جو دیکھتے ہیں چشمِ تحیر سے ترا حسن
 اُن دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے



راہ ہے دشوار و منہزل و مُورتر
 پاشکے کیا کرے کیوں کر چلے
 جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے ہے
 جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
 دیکھئے پس ماندگاں پر کیا بنے
 ہم تو اپنی کسی بہت کچھ کر چلے
 کیسی بھلے ہے کھاتے دہر میں
 سب مسافر چھوڑ کر بستر چلے
 مار ڈالے گی قفس میں بونے گل
 ہم اسیروں سے ہوا پنج کر چلے
 موج طوفانی و گردابِ محیط
 اپنی کشتی کس طرف پنج کر چلے
 حسرتوں سے کیوں ہو دل پاتاں
 اس زمیں پر سیکڑوں شکر چلے
 کیا دھڑکتا اس تہی غم خانے میں
 ہم بھی آکر اپنا بھڑنا بھر چلے
 مکنے دیتی ہے کہیں محشت ہیں
 چھان کر جنگل چہر اپنے گھر چلے



اہرے یار کیوں نہ کھینچے اس مثال سے
 اس کے تو ناخنوں میں پٹے ہیں ہلال سے
 جانا کہ یہ بھی ایک طرح کا لگاؤ ہے
 ناخوش ہوا نہ میں کبھی اُن کے ہلال سے
 کہتے ہیں کیوں خدا کو کیا یادِ عجب میں
 فرصت بڑی ملی تجھے میرے خیال سے



وصفِ یوسف پر بُت کا فریضہ جھٹلا کر کہا
 ہم تو دیکھیں اُس کی صورت کوئی اچھا ہم سے ہے
 کیوں نہ حیرت ہو کہ نبض و کینہ درخ و سلال
 ہم کو دشمن سے نہیں ہے تم کو جتنا ہم سے ہے
 دل میں بھی آئے، تصویر میں بھی آتے بے حجاب
 اُن کو ظاہر میں فقط آنکھوں کا پردا ہم سے ہے





کہے جاتے ہیں ڈرے جاتے ہیں وہ عاشق سے
 کلم سنی ہے ابھی اس سن میں جبک ہوتی ہے
 جس نے سونگھی ہے وہ خوشبو کوئی اس سے پوچھے
 باسی ہادوں کے جو پھولوں میں مہک ہوتی ہے
 سادہ دل میں جو انہیں آئنے رو کہتے ہیں
 آنے میں کہیں جہلی کی چمک ہوتی ہے
 دل اندھا دھند ہی آتا ہے ہمیشہ اے داغ
 چھان بین اس میں نہ کچھ چھان پٹک ہوتی ہے



اچھی کہی کہ عشق میں بیباکیوں ہوتے
 اچھٹوں کے آپ درپے آزار کیوں ہوتے
 پی کر نہ توبہ کی ہو تو واعظ زباں چلے
 یہ اعتراض کیا ہے کہ مے خوار کیوں ہوتے
 کیا یہ شیر آشکمہ لڑائی کا گھر نہیں
 تمہا اس کے بدلے لڑنے کو تیار کیوں ہوئے

کہتے ہیں تم نے مجھ کو بتایا ستم شعار
 الزام ہے کہ طالبِ آزاد کیوں ہوتے
 کہتا ہے ماسفقوں کو وہ کافر یہ طنز سے
 بنے خدا کے میرے طلب گار کیوں ہوتے
 ہم کو دکھائے جسوہ یہ آواز کس نے دی
 چل دو بیاں سے نقش بہ دیوار کیوں ہوتے
 نجلت تو کہہ رہی ہے نہایت بڑا کی
 رحمت نہ یہ کہے گی گنہ گار کیوں ہوتے



ہر چند کچھ ایسی بھی ہیں باتیں کہ نہ سینے
 کی کیجئے کہتے ہیں وہ سب داز ہیں سے
 ہم سے ہی کس پر ہم چراتے ہیں نظر بھی
 لڑتی بھی ہے پھر چشمِ فصول ساز ہیں سے
 سو دیکھنے والے ہوں تو یہ آنکھ کہاں ہے
 تصویر تری کیوں نہ کرے ناز ہمیں سے
 صیاد کی پیدا نہیں کنجِ قفس میں
 ٹوٹے ہیں پتھر کمر پر پرواز ہمیں سے

ہم نے ہی تو پالا دلِ مفرد کو بسل میں
کرتا ہے دغا پھر یہ دغا باز ہیں سے



میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں
کس بُری آنکھ کس بُرے دل سے
تیر تیرا ہے اور دل میرا
اب چھٹے گایا ہے تو مشکل سے
کس نے مذکور کر دیا میرا
بگڑے بیٹھے ہیں ساری مغل سے
کیوں ہونا خُدا کو اطمینان
ابھی کشتی ہے دُور ساحل سے
ہے اک آندھی غبارِ مینوں کا
سارباں ہو شیارِ محفل سے
مستب آگیا تو اے ساقی
ہم اذال دیں گے اُٹھ کے مغل سے
جذبِ دل کھینچ لائے گا اس کو
ایک کیا ہے ہزار منزل سے



وہ دل پہ چھری پھیر گئے ناز و آدا سے
اب کوئی مرے کوئی جیتے ان کی بلا سے
وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دست دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہاتھ ذرا سے
ہم تیرے سوا اور ہوں کس چیز کے طالب
کیا چھوڑ دیا مانگنے والوں نے خدا سے
مشتوق سے چھوٹے یہ کبھی ہو نہیں سکتا
محبور ہے وہ شیوہ بیدار و جفا سے
اب قامتِ زیبا نے اٹھائی ہے قیامت
نفتے بھی ذرا سے تھے کبھی تم بھی ذرا سے
اللہ سے کیا گفت گری ہے دم رفتار
بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہول سے
شکوہ ہو بہانہ ہو کچھ اس کی نہیں پروا
جو بات ہو وہ کیجئے انداز و آدا سے
کیا خاک لڑیں گی مے دل سے تری آنکھیں
جو شدم سے ٹھکتی ہیں جو چھپتی ہیں حیات سے

میں بزم سے اٹھ جاؤں نکل جاؤں چلا جاؤں
کیا بات ہوتی غیر تو ہے کیوں ہو خفا سے



مرضِ مشق کی دوا بھی ہے
مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے میں
ایسے جیسے کا کچھ مزا بھی ہے
تسیری ادا دے کے نئے آہ
پیچھے پیچھے مری دُعا بھی ہے
کیا یو نہیں مَر گئے ترے عاشق
بمختوایا کہا سُننا بھی ہے
دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ
اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے
کچھ ہے بے جا عتاب بھی اُن کا
کچھ یو نہیں کسی مری خطا بھی ہے
حالِ دل کب ادا ہوا پورا
کچھ کہا بھی ہے کچھ رہا بھی ہے

ڈھونڈتی ہیں تجھے مری آنکھیں
اے وفا کچھ تراپت بھی ہے



شب وصل کی کیا کہوں داستاں
زباں تھک گئی گفت گورہ گئی
بہت اے شبِ غم بلا تیں ٹیلیں
خدا جانے کس طرح ٹورہ گئی
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام
تنائے جامِ دہسورہ گئی
بہت چل بے یار اے زندگی
کوئی دن کی مہمان تو رہ گئی
دکھا کر جھلک کون چلتا ہوا
نظر ڈھونڈتی چہار سورہ گئی



مشرقیں رازِ عشق خدا سے بھی یوں کہا
جس کی نہ کانوں کان کسی کو خبر ہوتی

کر لیں گے خور کا بھی نطفہ دمِ خنجر
 دنیا کی تاک جہانک سے نصرتِ الٰہی
 دل کو بے نسل میں پال کے مجبور ہو گئے
 دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی
 بچتی تھی دختِ رز کی نہ حرمت کسی طرح
 یہ نیک بخت ہمارے قاضی کے سر ہوئی
 گو عرضِ مدعا پر زباں قطع کیوں نہ ہو
 اب کیا چٹے گی وہ جو خطا سر بھر ہوئی
 کہتے ہیں بار بار وہ مجھ سے شبِ دصال
 ہے اگر نہ تیری دُعا سے سحر ہوئی
 ہمسائے میں یہ شور ہے لود آغ کی خبر
 کم بخت کو ترپتے ہوئے رات بسر ہوئی



قاصد بھی اس کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا
 پوچھی زمین کی تو کہیں آسمان کی
 کس کو گلہ نہیں تری بیداد و جور کا
 کیوں کر زبان بند ہو سائے جہان کی

یہ شکوہ رقیب پر مجھ کو ملا جواب
 لوگوں سے تو نے کیوں مری خوبی بیان کی
 روکا اسی بہانے سے اٹھیا رِشوق پر
 معلوم ہے ہیں نہیں حاجت بیان کی
 کب تک بنانا کے کہوں ماجرانے دل
 فرمائشیں ہیں روزِ نئی داستان کی



کب تک کچے رہو گے کب تک تنی رہے گی
 کس کی بنی رہی ہے کس کی بنی رہے گی
 بل کر تو اُن سے دیکھیں آئندہ جو مقدر
 یاد دوستی رہے گی یاد دشمنی رہے گی
 تنگ آ کے دل کے ہاتھوں چاہتا ہوں نہ مرنے
 یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی
 مرنے کے ہم جتے ہیں سوا مٹاں ٹپتے ہیں
 اسے بد گمان کب تک یہ بد غنن رہے گی
 ٹوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کار و این دل کو
 جب تک چلے گا رستہ یہ رہ زنی رہے گی



خود کی خو ترے دل سے نہ ستم گوار گئی
عمر بھر اپنی دف سب یوں نہیں بیکار گئی
جس کو کہتے ہیں اشرودہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی
سناک جھانک اپنی نگہ کو رہی اُس کو چے میں
روزِ بَرِ در سے ہٹی تو سب دیوار گئی
رکھ لئے مزہ چہ عبت ہاتھ حیا سے تم نے
لذتِ وصلِ مِلّی لذتِ دیدار گئی
میرے گھر خوف سے تم تم کے قدم رکھے ہو
کیا ہوا اب وہ کہاں شوقی رفتار گئی
میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیس روز کی تکرار گئی
صدے پہنے کے لئے بھی ہے توانائی شرط
اب طبیعتِ غمِ فرقت سے بہت ہار گئی
گالیاں دینے لگے بہرِ میا دت آکر
دل کی تکین گئی پرششِ بیا ر گئی



جلا تھا دل جب کیا تھا ناہ جلیں گے لب جب دعا کریں گے
 جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے
 مزا اسی میں ہے دل لگی کا کاشوخیں ہوں شرارتیں ہوں
 جو آپ ہم سے حیا کریں گے تو چھڑ کر ہم خف کریں گے
 ہوتے ہیں وہ خوگر جفا ہم یہ کہتے پھرتے ہیں جا بجا ہم
 جو کوئی ہم پر ستم کرے گا ہم اُس کے حق میں دعا کریں گے



وہ دل بے کے چپکے سے چلتے ہوئے
 یہاں رہ گئے باتھ ملے تھوئے
 اپنی وہ نکلے تو ہیں سیر کو
 چلے آئیں مجھ تک ہٹلے ہوئے
 نہ اتر ایسے دیر لگتی ہے کیا
 زمانے کو کوڑا بے تھوئے
 ہرے جذبِ دل پر نہ الزام آئے
 وہ آتے ہیں انگلیں بے تھوئے

یادگارِ داغ



یہ داغ کے کلام کا چوتھا مجموعہ ہے جو اُن کے انتقال
کے بعد ۱۹۰۵ء میں ایسٹیم پریس لاہور میں چھپا تھا۔ بعد
میں اس دیوان کا تتمہ بھی شائع ہوا تھا۔ اس دیوان
میں ۵۶ اغزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد
۷۷۲ ہے۔ زیرِ نظر انتخاب میں دونوں حصوں کے
اشعار درج ہیں۔



رولیف ۱

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ
نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ
زباں پر ترا نام جاری ہے
کرے دل تیری یاد یا مصطفیٰ
نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہ صواب
نہ ہو غم و بیداد یا مصطفیٰ
عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
بجالاتوں ارشاد یا مصطفیٰ
رہوں حشر میں آپ کی ذلت سے
طلب گناہ اسد او یا مصطفیٰ
عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰ



ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا
 حقیقت میں جو دیکھنا تھا نہ دیکھا
 وہ کیا دیکھ سکتا ہے اس کی تعبیر
 جس انسان نے اپنا جلوہ نہ دیکھا
 بہت شور سنتے تھے اس انجمن کا
 یہاں آ کے جو کچھ سنا تھا نہ دیکھا
 کہاں نقشِ رول کہاں نقشِ ثانی
 خدا کی خدائی میں تجھ سا نہ دیکھا
 تیری یا ہے یا ہے تیرا تصور
 کبھی داغ کو ہم نے تہنا نہ دیکھا



چاند سے چہرے پہ کیوں ڈالی نقاب
 چاند یہ کیسا گہن میں گہر گیا
 ہاتے میری خستگی و ماندگی
 تانہ سب چل دیا میں رہ گیا



خارجِ حسرت بیان سے نکلا
 دل کا کانٹا زبان سے نکلا
 ذکرِ اہلِ وفا کا جب آیا
 داغِ ان کی زبان سے نکلا



بندہ پروردہ ہی تو نہ جب ٹھہرا
 بندگی کو تری سلام کیا
 داغ نے تم سے کی وفاداری
 اور دشمن کا تم نے نام کیا



دل میرا بنا جب تو محبتِ تری آئی
 آنکھیں ہوتیں پیدا تو مجھے تو نظر آیا
 اس گویا کو تھاناک میں ملنا
 چسکا جو زمیں پر تو نہ آنسو نظر آیا



یامشِ شہرت ہمارا مشق ہے
 نام دنیا میں تمہارا ہو گیا
 منتظر تھے اک نگاہِ مست کے
 پھر کہاں ہم جب اشار ہو گیا



کوئی دنیا میں با وفا نکلا
 یہ تمہاری زباں سے کیا نکلا
 بُت کدہ کو دیکھ کر ہوتی عبرت
 میرے منہ سے خدا خدا نکلا

رولیف ب

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی سب
 عمر بھر کی وہ دعائیں سب کی سب
 رہ نہ جاتے بھسم میں کوئی بلا
 رگس نے روکا ان کو آئیں سب کی سب
 داغ کو ہے کس کی رحمت سے امید
 بخش دے گناہ خطائیں سب کی سب

ردیف ت

شیریں ہے کس قدم کے شیریں سخن کی بات
اس کے دہن سے چھین لوں اس کے دہن کی بات
تم نے کہا نہیں سہِ محفل بڑا مجھے
پچھتی چھپاتے سے ہے کہیں سخن کی بات



بادشاہ کے بے وفا نہ کہو
کیوں بدلتے ہو ایسی پیاری بات
ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں
اور رہ جائے گی ہماری بات

ردیف ح

ایک جلوے سے ترے چلی ہے کیا
روشنی بالائے پام اچھی طرح
دیکھتے ارشاد کرتے ہیں وہ کیا
سُن یا نقدِ تم بھی طرح

دل بہت کرنے پڑیں گے پائمال
 کیجئے مشقِ خندام اچھی طرح
 داغِ دل بھی ہے عجب روشن چراغ
 جل رہا ہے صبحِ دُشام اچھی طرح

ر د ل ف ل

جب تیرے دل سے اتر جاتا ہے دل
 جیسے جی کم بہت مر جاتا ہے دل
 راہ میں کعبہ بھی بُت خاں بھی ہے
 دیکھتے لے کر کہہ ہر جاتا ہے دل
 کس کی نہجتی ہے ہمیشہ رسم و راہ
 چار دن میں داغ بھر جاتا ہے دل

ر د ل ف م

محبتِ بدیاد ہو گئے ہم
 سولی چپڑھے تو سو گئے ہم
 کافر کہیں ہم کو یا مسلمان
 اب ہو گئے جس کے ہو گئے ہم

جاگے تھے بہت شبِ جدائی
جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم
اب روئے نگاہم کو اک زمانہ
انگلوں کو جہاں میں رو گئے ہم



جس وقت آئے ہوش میں کچھ بے خودی سے ہم
کرتے رہے خیال میں باتیں اسی سے ہم
ناچار تم ہو دل سے تو مجبور ہی سے ہم
رکھتے ہو تم کسی سے جنت کسی سے ہم

رولیف ن

دل کے گوشے میں دونوں پنہاں ہیں
آرزو ہے کہیں تو یا بس کہیں
قطرہ قطرہ چلائے اے ساقی
اوس سے بھی ابھی ہے پیاس کہیں



طور بے طور ہوتے جاتے ہیں
 وہ تو کچھ اور ہوتے جاتے ہیں
 العجب ابھی ہے شکایت گویا
 وہ خفا اور ہوتے جاتے ہیں
 یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم
 لطف بھی جور ہوتے جاتے ہیں
 اہلِ کلمتہ سے لائقِ فائق
 اہلِ لاہور ہوتے جاتے ہیں



میں غیر کی نگاہ میں تم میرے دل میں ہو
 میرا مکاں کہیں ہے تمہارا مکاں کہیں
 جتنے تھے راہِ شوق کے ارمان ہٹ گئے
 منزل کہیں ہے دل ہے کہیں کاڑاں کہیں



قیامتِ شنگی کی تاب نہیں
 زہر دے دے اگر شراب نہیں

جس زمیں کل کو دیکھتے ہیں
 کون سا ذرہ آفتاب نہیں
 روزِ مرآ ہوں روزِ جیسا ہوں
 زندگی کا کوئی حساب نہیں



دھکیاں وہ تو ہمیں روزِ جزا دیتے ہیں
 ہم دُہاتی تری یا بارِ خِدا دیتے ہیں
 کبے والوں نے تو اسے داغ دیا صافِ جوب
 اہلِ بُت خانہ ہمیں دیکھتے کیا دیتے ہیں

رولف سی

طریقِ عشق میں سو بھاگے نشیب و فراز
 وہ کیا چلے جو سہاڑے پر رہنما کے چلے
 دکھاتی دی ہیں رام عدم جو تیرے ونگار
 ہم اپنی مشعلِ داغِ جگر جلا کے چلے



آنکھیں چہرے سے عیاں بزمِ طرب کے
 متوائے پلے آتے ہو جاگے ہوئے شب کے
 بے وب کسی پر کوئی عاشق نہیں ہوتا
 ہم عالم اسباب میں قائل ہیں سبب کے



نہ تھی تاب اسے دل تو کیوں چاہ کی
 بڑا تسیر مارا اگر آہ کی
 وہی ایک ہے خاکِ دیر و حدم
 دل اس راہ کی لے کر اس راہ کی
 وہ پیغامِ رخصت کا منہ پھیر کر
 وہ شریلی آنکھیں سرگاہ کی
 نہیں بے سبب ان بتوں کا غرور
 کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی



صلح میں تھوڑا باقی رہ گئی
 کچھ سرسبز باد باقی رہ گئی

جلوہ دیدار نے بے خود کیا
 حسرت دیدار باقی رہ گئی
 بار بار اس نے صفائی ہم سے کی
 کچھ غلش ہر بار باقی رہ گئی
 مرحلے طے عشق کے اکثر ہوتے
 منزل دشوار باقی رہ گئی
 داغ کا دل ہو گیا دنیا سے سرد
 گرمی اشعار باقی رہ گئی



کر چکے آہ سحر بھی نالا شب بیز بھی
 ہم نے دیکھا چوکتے یہ تیر سی وہ تیر بھی
 تو نے دیکھا کچھ تماشا دیکھ کر اپنی شبیہ
 مٹ گئی ہے تیری شوخی پر تری تصویر بھی



آگاہ ہوتے ہیں جو مرے زخم جگر سے
 اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی نظر سے

میری نہ بھی پیاس تو بھولا کے سہرہم
 ساقی نے سو گھنچ کے مارا مرے مرے سے
 دیتا ہے وہی کانسر و دیں دار کو روزی
 خالی نہیں پھر تا ہے کوئی اللہ کے گھر سے
 بھولا نہ کبھی مت افلا ملک عدم راہ
 جاتا ہے اُدھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے
 بُت خانے سے گوہم کو برہمن نے نکالا
 بُت بھی تو نکالے گئے اللہ کے گھر سے
 اُس کے لبِ جہاں بخش و خطِ سبز کو دیکھو
 باہم ہے ملاقات میسا و خضرت سے



دُعائے وصلِ بیاں مانگتا ہوں کبھے میں
 خدا کے گھر میں کسی شے کی کیا کمی ہوگی
 یہ مدعا دل بے مدعا سے ہے ہم کو
 نہ دوستی کہیں ہوگی نہ دشمنی ہوگی

